تدبّرِ قرآن

۳۹

الزّمر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

د۔ سورہ کا عمود اور سابق سورہ سے تعلق

یہ سورہ سابق سورہ ——— سورۂ ص ——— کے مثنی کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس مضمون پر سابق سورہ ختم ہوئی ہے اسی مضمون سے اس کا آغاز ہوا ہے۔ سورۂ ص کے آخر میں فرمایا ہے کہ یہ قرآن دنیا والوں کے لیے ایک عظیم یاددہانی ہے، لوگوں کو یاد دلا رہا ہے کہ آخرت شُدنی ہے اور سب کو ایک ہی رب حقیقی کے آگے پیش ہونا ہے تو جو لوگ آج اس کو جھٹلا رہے ہیں وہ بہت جلد اس کی صداقت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ اب اس سورہ کی تلاوت کیجیے تو اس کا آغاز بھی اسی مضمون سے ہوتا ہے کہ خدائے عزیز و حکیم نے یہ کتاب نہایت اہتمام سے اس لیے اتاری ہے کہ لوگوں نے اللہ کی توحید کے بارے میں جو اختلافات پیدا کر رکھے ہیں ان کا فیصلہ کر دے تاکہ حق واضح ہو جائے اور جو لوگ اپنے فرضی دیویوں دیوتاؤں کے بل پر آخرت سے نچنت بیٹھے ہیں وہ چاہیں تو وقت آنے سے پہلے اپنی عاقبت کی فکر کر لیں۔ اسی پہلو سے اس میں توحید کے دلائل بھی بیان ہوئے ہیں، شرک اور شرکاء کی تردید بھی فرمائی گئی ہے اور قیامت کے دن مشرکین کا جو حشر ہوگا اس کی تصویر بھی کھینچی گئی ہے۔ سورہ کی بنیاد توحید پر ہے اور اسی تعلق سے اس میں قیامت کا بھی بیان ہوا ہے۔ یہ سورہ اس گروپ کی ان سورتوں میں سے ہے جو کشمکش حق و باطل کے اس دور میں نازل ہوئی ہیں جب ہجرت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے۔ چنانچہ بعد کی سورتوں میں یہ مضمون بالتدریج واضح ہوتا گیا ہے۔

ب۔ سورہ کے مطالب کا تجزیہ

(۱-۴) خدائے عزیز و حکیم نے یہ کتاب توحید و شرک کے قضیہ کا فیصلہ کرنے کے لیے ایک قولِ فیصل کی حیثیت سے اتاری ہے تو لوگ اللہ واحد ہی کی عبادت و اطاعت کریں۔ عبادت و اطاعت کا حقیقی سزاوار وہی ہے۔ جو لوگ دوسرے معبودوں کو خدا کے تقرب کا ذریعہ بنائے بیٹھے ہیں اگر وہ اس کتاب پر ایمان نہیں لا رہے ہیں تو اللہ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا اور وہ یاد رکھیں کہ اللہ جھوٹوں اور ناشکروں کو بامراد نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے ارفع ہے کہ وہ اپنے لیے بیٹے بیٹیاں بنائے۔ وہ بالکل یکتا اور ساری کائنات کو کنٹرول کرنے کے لیے کافی ہے۔

(۵ - ۸) یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے غایت اور حکمت کے ساتھ پیدا کی ہے۔ رات اور دن کی آمد و شد، سورج اور چاند کی گردش اسی کے حکم سے ہے۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسی نے اس کی پرورش کا سامان کیا ہے۔ وہی خالق وہی رب اور وہی اپنی تمام کائنات کا علم رکھنے والا اور اس کا مالک ہے تو لوگ اس کو چھوڑ کر کہاں بھٹکے جا رہے ہیں! لوگ یاد رکھیں کہ اللہ لوگوں کی بندگی اور شکر گزاری کا محتاج نہیں ہے بلکہ لوگ ہی اس کے محتاج ہیں۔ سب کی واپسی خدا ہی کی طرف ہونی ہے اور اس دن کوئی کسی کا بوجھ اٹھانے والا نہیں بنے گا۔ خدا سب کے بھیدوں سے خود واقف ہے اور وہ سب کا کچا چٹھا ان کے سامنے رکھ دے گا۔ لوگوں کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو خدا کو پکارتے ہیں لیکن جب وہ مصیبت دور کر دیتا ہے تو اس کو اس طرح نظر انداز کر دیتے ہیں گویا کبھی اس سے کوئی واسطہ تھا ہی نہیں۔

(۹ - ۲۱) اللہ کے جو بندے توحید پر ایمان لانے کے جرم میں اپنی قوم کے اشرار کے ہاتھوں ظلم و ستم کا ہدف بنے ہوئے تھے ان کو فوز و فلاح کی بشارت اور یہ پیغام کہ اپنے ایمان پر جمے رہو۔ اگر یہ سرزمین تمہارے اوپر تنگ کر دی گئی تو اللہ کی زمین تنگ نہیں ہے۔ اپنی راہ میں ثابت قدم رہنے والوں کو اللہ بے حساب اجر دیتا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے شرک اور مشرکین سے برأت کا اعلان۔ مشرکین کو عذاب کی وعید اور توحید پر قائم رہنے والوں کو کامیابی کی بشارت۔ آخر میں ان لوگوں کو تنبیہ جو اپنی دنیوی زندگی کے غرور میں قرآن اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا رہے تھے۔

(۲۲ - ۳۵) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تسلی کہ اس قرآن کی دعوت پر وہی لوگ ایمان لائیں گے جن کی فطرت کا نور زندہ ہے، جن کے دل سخت ہو چکے ہیں وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ وہ اسی انجام سے دوچار ہوں گے جس سے رسولوں کی تکذیب کرنے والی قومیں دوچار ہوئیں۔ قرآن نے ہر پہلو سے توحید اور شرک کی حقیقت نہایت واضح طور پر بیان کر دی ہے۔ جو لوگ اب بھی اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

(۳۶ - ۵۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطمینان دہانی کہ اگر یہ لوگ تم کو اپنے معبودوں سے ڈرا رہے ہیں تو ان کو بتا دو کہ میری حفاظت کے لیے اللہ کافی ہے وہ جس رحمت سے مجھے بہرہ مند کرنا چاہے گا کوئی مجھے اس سے محروم نہیں کر سکتا اور اگر وہ کوئی ضرر پہنچانا چاہے گا تو کوئی دوسرا اس سے مجھے بچا نہیں سکتا۔ پس تم اپنی جگہ کام کرو، میں اپنی جگہ کام کرتا ہوں، فیصلہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

اس امر کی وضاحت کہ زندگی اور موت تمام تر اللہ ہی کے قبضہ میں ہے تو جو لوگ باطل شفاعت کی امید پر جی رہے ہیں انھیں بتا دو کہ شفاعت اللہ کے اختیار میں ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت کہ ان لوگوں کا معاملہ اللہ کے حوالے کرو، اس کے لیے دعا کی تلقین۔

ان کی تدبیراں کے کچھ کام نہ آسکی۔ یہی حشر ان کا بھی ہونا ہے۔ رزق و فضل سب اللہ کا عطیہ ہے اس وجہ سے ہر ایک پر اللہ ہی کا شکر واجب اور یہی توحید کا تقاضا ہے۔

(۵۳-۶۱) لوگوں کو یہ تذکیر کہ خدا سے مایوس ہو کر دوسرے شرکاء و شفعاء کا دامن پکڑنا جائز نہیں ہے بلکہ ہر حالت میں اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیے، وہ بڑا ہی غفور رحیم ہے۔ پس خدا کی پکڑ سے پہلے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں اور اس بہترین کتاب پر ایمان لائیں جو اللہ نے اپنے فضل سے ان کی ہدایت کے لیے اتاری ہے ورنہ ایک دن وہ ایمان کی حسرت کریں گے اور اپنی محرومی پر اپنے سر پیٹیں گے لیکن وقت گزر جانے کے بعد ان کے لیے یہ چیز کچھ نافع نہیں ہوگی۔

(۶۲-۷۵) خاتمۂ سورہ، جس میں پہلے یہ وضاحت فرمائی گئی ہے کہ عبادت کا حقدار صرف اللہ تعالیٰ ہے وہی ہر چیز کا خالق ہے اور اسی کے اختیار میں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں۔ اس کے بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مشرکین کو خطاب کر کے یہ اعلان فرمایا ہے کہ تم لوگ مجھے غیر اللہ کی عبادت کا حکم دیتے ہو حالانکہ میری طرف اور مجھ سے پہلے تمام نبیوں کی طرف یہی وحی آئی ہے کہ جو اللہ کا شریک ٹھہرائے گا اس کے تمام عمل حبط ہو جائیں گے۔ اس کے بعد مشرکین کو ملامت کہ ان لوگوں نے خدا کی شان بالکل نہیں پہچانی۔ یہ فرضی معبودوں کی شفاعت کے بل پر جی رہے ہیں حالانکہ جس وقت صُور پھونکا جائے گا سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے اور پھر جب دوبارہ پھونکا جائے گا تو سب اٹھ کھڑے ہوں گے۔ زمین خدا کے نور سے چمک اٹھے گی، دفتر کھولا جائے گا، نبیوں اور گواہوں کی طلبی ہوگی اور لوگوں کے درمیان بالکل انصاف کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد اہلِ دوزخ اور اہلِ جنت کے حالات کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔

سُوْرَةُ الزُّمَرِ (۳۹)

مَكِّيَّةٌ —— اٰيَاتُهَا ۷۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۱ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ (آیات ۱-۸)
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝۲ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ
الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا (وقف لازم)
لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ
يَخْتَلِفُوْنَ ۬ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝۳ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ
اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ
الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۴ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى
النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ
لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝۵ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ
ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ
يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝۶ اِنْ

تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۟ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا
يَرْضَهُ لَكُمْ ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ
فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَ
اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً
مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ
عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ڰ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝

ترجمۂ آیات ۱ - ۸

یہ کتاب نہایت اہتمام سے خدائے عزیز وحکیم کی طرف سے اتاری گئی ہے۔ بیشک ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف قولِ فیصل کے ساتھ اتاری ہے تو تم اللہ ہی کی بندگی کرو، اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ۔ یاد رکھو کہ اطاعتِ خالص کا سزاوار اللہ ہی ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کے سوا دوسرے کارساز بنا رکھے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو خدا سے قریب تر کر دیں، اللہ ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ اللہ ان لوگوں کو بامراد نہیں کرے گا جو جھوٹے اور ناشکرے ہیں۔ ۱ - ۳

اگر اللہ اولاد ہی بنانے کا ارادہ کرتا تو وہ چھانٹ لیتا ان چیزوں میں سے جو وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا۔ وہ پاک اور ارفع ہے۔ وہ اللہ واحد ہے سب پر قابو رکھنے والا۔ ہم اس نے آسمانوں اور زمین کو غایت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ وہ رات کو دن پر ڈھانکتا ہے اور دن کو رات پر اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے۔ ہر ایک وقتِ مقرر کی پابندی کے ساتھ گردش کر رہا ہے سن رکھو کہ غالب اور بخشنے والا وہی ہے۔ ۵

اسی نے پیدا کیا تم کو ایک ہی جان سے، پھر پیدا کیا اسی کی جنس سے اس کا جوڑا اور تمہارے لیے (نر و مادہ) چوپایوں کی آٹھ قسمیں اتاریں۔ وہ تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے، ایک خلقت کے بعد دوسری خلقت میں، تین تاریکیوں کے اندر۔ وہی اللہ تمھارا رب ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم کہاں بھٹکا دیے جاتے ہو! ۶

اگر تم ناشکری کرو گے تو خدا تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری کا رویہ پسند نہیں کرتا اور اگر تم اس کے شکر گزار رہو گے تو اس کو پسند کرے گا۔ اور کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ پھر تمھارے رب ہی کی طرف تمھاری واپسی ہے تو وہ تمھیں ان کاموں سے آگاہ کرے گا جو تم کرتے رہے ہو۔ وہ سینوں کے بھیدوں سے بھی باخبر ہے۔ ۷

اور جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے، اس کی طرف متوجہ ہو کر، پھر جب وہ اپنی طرف سے اس کو فضل بخش دیتا ہے تو وہ اس چیز کو بھول جاتا ہے جس کے لیے پہلے پکارتا رہا تھا اور اللہ کے شریک ٹھہرانے لگتا ہے کہ اس کی راہ سے لوگوں کو گمراہ کرے۔ کہہ دو، اپنے کفر کے ساتھ کچھ دنوں بہرہ مند ہو لو، تم دوزخ والوں میں سے بننے والے ہو۔ ۸

۱۔ الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ (۱)

آنحضرت صلعم کے لیے تسلی اور منکرین کے لیے تہدید

لفظ 'تَنْزِیْلٌ' کی وضاحت اس کے محل میں ہم کر چکے ہیں کہ اس کے معنی صرف اتارنے کے نہیں بلکہ اہتمام کے ساتھ اتارنے کے ہیں۔ یہ تمہیدی آیت اپنے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلی بھی رکھتی ہے اور قرآن کے مکذبین کے لیے تہدید و وعید بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلی کا پہلو یہ ہے کہ تم نے یہ کتاب نہ خود تصنیف کی ہے نہ خدا سے مانگ کے اپنے اوپر اتروائی ہے بلکہ تمھارے رب نے خود تمھارے اوپر نہایت اہتمام کے ساتھ درجہ بدرجہ اتاری ہے اور اتار رہا ہے تو تم اطمینان رکھو کہ وہی اس کی صداقتیں ظاہر کرے گا اور وہی اس کے لیے راہ ہموار کرے گا۔ جس خدا نے یہ کتاب اتاری ہے وہ کوئی بے بس ہستی نہیں بلکہ 'عَزِیْزٌ' یعنی غالب و مقتدر ہے، وہ جو چاہے کر سکتا ہے، کوئی اس کے ارادے میں مزاحم نہیں ہو سکتا۔ لیکن 'عَزِیْزٌ' ہونے کے ساتھ وہ 'حکیم' بھی ہے۔ اس وجہ سے اگر اس راہ میں کچھ مزاحمتیں پیش آ رہی ہیں یا آئندہ آئیں تو ان کو خدا کی حکمت پر محمول کرو۔ کوئی بات خدا کے حکم کے بغیر نہیں ہوتی اور اس کا ہر کام حکمت و مصلحت پر مبنی ہوتا ہے۔

اس کے منکرین کے لیے تہدید کا پہلو یہ ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ، نہایت اہتمام و تدریج کے ساتھ لوگوں کی ہدایت کے لیے اتار رہا ہے۔ اس کا حق یہ ہے کہ لوگ اس نعمت کی قدر اور اس سے ہدایت و روشنی حاصل کریں۔ اگر انھوں نے اس کے برعکس اس کی تکذیب کی راہ اختیار کی تو یاد رکھیں کہ یہ کسی سائل کی درخواست نہیں بلکہ خدائے عزیز و حکیم کا فرمان واجب الاذعان ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اگر اس کے باوجود وہ تکذیب کرنے والوں کو ڈھیل دے رہا ہے تو یہ محض اپنی حکمت کے تقاضے کے تحت دے رہا ہے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۚ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ أَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ إِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ (۲-۳)

'حَقٌّ' کے معنی یہاں قولِ فیصل کے اور 'دِین' کے معنی اطاعت کے ہیں۔ ان الفاظ کے مختلف معانی کی وضاحت ان کے محل میں ہو چکی ہے۔

توحید اور شرک کے باب میں قولِ فیصل

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ ہم نے تمھاری طرف یہ کتاب قولِ فیصل کے ساتھ اتاری ہے۔ اللہ کی توحید کے بارے میں مبتدعین و مشرکین نے جو اختلافات پیدا کر دیے تھے اس کتاب نے ان کا فیصلہ کر دیا تو تم اللہ ہی کی بندگی اس کی خالص اطاعت کے ساتھ کرو۔ اطاعت خالص کا سزاوار اللہ ہی ہے۔ وہی سب کا خالق اور پروردگار ہے تو وہی سب کی عبادت کا بھی حقدار ہے اور جو عبادت کا حق دار ہے وہی اطاعت کا بھی حق دار ہے۔ یہ بالکل بے تکی بات ہے کہ عبادت کا حق دار کوئی ہو، اطاعت کا حقدار کوئی اور بن جائے اور جس طرح عبادت کا خالص ہونا ضروری ہے اسی طرح اطاعت بھی بے آمیز ہونی ضروری ہے۔ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی اطاعت اللہ کی اطاعت

کے خلاف جائز نہیں ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے یہ بات فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب کے نازل ہو جانے کے بعد تمھاری راہ معین ہوگئی۔ تم اسی راہ پر چلو، اگر دوسرے تمھارا ساتھ دیتے ہیں تو فبہا' نہیں دیتے تو ان کو ان کے حال پر چھوڑو۔ تمھارے اوپر ان کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

'وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا ...... الاٰیۃ' یعنی یہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسرے کارساز بنائے بیٹھے ہیں اور ان کے حق میں انھوں نے یہ فلسفہ ایجاد کیا ہے کہ ان کو وہ خدا سمجھ کر نہیں بلکہ خدا کے تقرب کا ذریعہ سمجھ کر پوج رہے ہیں، اگر اس کتاب کے فیصلہ کو وہ نہیں مان رہے ہیں تو اللہ ان کے اختلاف کا فیصلہ قیامت کے دن کرے گا۔

'اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ'۔ 'ھَدٰی یَھْدِیْ' کسی مقصد میں بامراد کرنے کے مفہوم کے لیے بھی قرآن میں جگہ جگہ استعمال ہوا ہے۔ اس کی وضاحت اس کے محل میں ہو چکی ہے۔

قیامت کے دن ان لوگوں کا جو فیصلہ ہوگا اس کے متعلق یہ اصولی حقیقت واضح فرما دی کہ جو لوگ جھوٹے اور ناشکرے ہیں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بامراد نہیں کرے گا۔ جھوٹے سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے خدا پر یہ جھوٹ باندھا کہ اس نے فلاں اور فلاں کو اپنا شریک بنایا ہے درآنحالیکہ خدا نے ان کے باب میں کوئی دلیل یا شہادت نہیں اتاری اور ناشکرے سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو نعمتیں تو سب خدا نے بخشیں لیکن انھوں نے گن دوسروں کے گائے۔ یہ دونوں صفتیں مشرکین کی ہیں اور یہ دونوں بیک وقت ہر مشرک میں لازماً پائی جاتی ہیں۔ فرمایا کہ یہ لوگ اس گھمنڈ میں قرآن اور پیغمبر کو جھٹلا رہے ہیں کہ قیامت ہوئی تو وہ اپنے معبودوں کی بدولت خدا کے مقرب بن جائیں گے حالانکہ ایسے جھوٹوں اور ناشکروں کی کوئی امید بھی خدا کے ہاں برآنے والی نہیں ہے۔

لَوْ اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰی مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ لا سُبْحٰنَہٗ ط ھُوَ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ (۴)

مشرکین کے عقیدے پر تعریض

یہ مشرکین عرب کے عقیدے پر تعریض ہے کہ انھوں نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مان کر ان کو معبود بنا رکھا ہے اور ان کو خدا کے تقرب کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ان کم عقلوں نے اتنا بھی نہیں سوچا کہ اگر خدا اپنے لیے اولاد ہی بنانے کا ارادہ کرتا تو وہ بیٹیاں کیوں بناتا، وہ اپنی مخلوقات میں سے جس بہتر سے بہتر چیز کو چاہتا اپنے لیے منتخب کرتا! 'سُبْحٰنَہٗ' وہ ایسی نسبتوں اور ایسی ضرورتوں سے ارفع، منزّہ اور بالکل پاک ہے۔ اس کو کسی بیٹے بیٹی یا کسی شریک و مددگار کی ضرورت نہیں ہے، وہ بالکل یکہ و تنہا اور اپنی پوری کائنات کو اپنے قابو میں رکھنے والا ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ج یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّھَارِ وَیُکَوِّرُ النَّھَارَ عَلَی الَّیْلِ وَ

سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ (۵)

شرک و شفاعت کا عقیدہ اس دنیا کے بامقصد ہونے کے منافی ہے

اس نے آسمان و زمین بے مقصد و غایت نہیں پیدا کیے ہیں کہ نیکی و بدی اور حق و باطل کا اس میں کوئی امتیاز ہی نہ ہو، جو چاہے، سفارشوں کے بل پر، اپنے لیے اونچے سے اونچے مرتبے خدا کے ہاں محفوظ کرالے، خواہ اس کے اعمال و عقائد کچھ ہی ہوں۔ اگر ایسا ہو تو یہ دنیا ایک بالکل باطل کارخانہ بن جاتی ہے اور ایک حکیم و عادل خالق کی شان کے بالکل خلاف ہے کہ وہ کوئی باطل کام کرے۔

اللہ تعالیٰ اس دنیا سے بے تعلق نہیں ہے۔

'یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّھَارِ...... الأیۃ' یعنی کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ خدا دنیا کو پیدا کر کے کسی گوشے میں ایک تماشائی یا نظارہ بن کر بیٹھ رہا ہے بلکہ وہی برابر رات کو دن پر ڈھانکتا اور دن کو رات پر اوڑھاتا ہے۔ اسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے اور یہ سب اپنے مقررہ نظام الاوقات کے مطابق گردش کر رہے ہیں۔ مجال نہیں ہے کہ ان کی پابندی اوقات میں منٹ اور سیکنڈ کا بھی فرق پیدا ہو جائے۔

'اَلَا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ' یعنی کان کھول کر اچھی طرح سن لو کہ خدا عزیز بھی ہے اور غفار بھی۔ وہ عزیز ہے اس وجہ سے کوئی اس کے اذن کے بغیر نہ اس کے ہاں رسائی حاصل کر سکتا نہ کسی کے لیے کوئی سفارش کر سکتا اور غفار ہے اس وجہ سے وہ ان لوگوں کو خود بخشنے والا ہے جو اپنے لیے مغفرت کا حق پیدا کر لیں گے۔ ان کو کسی سفارشی کی سفارش کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۭ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ (۶)

اللہ تعالیٰ ہی خالق و رازق ہے تو وہی رب بھی ہے

یہ اسی اوپر والی بات کی مزید وضاحت ہے کہ خدا ہی خالق ہے، اسی نے پرورش کا انتظام فرمایا ہے اور اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے، تو اس کے سوا کوئی دوسرا کس حق کی بنا پر رب بن جائے گا! جو لوگ یہ تمام بدیہی حقائق تسلیم کرتے ہیں آخر ان کی عقل کہاں الٹ جاتی ہے کہ وہ دوسروں کو اس کی بادشاہی میں ساجھی بناتے ہیں!

'خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْھَا زَوْجَھَا' یعنی خدا ہی نے تم سب کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا، پھر اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا۔ تمام انسان ایک ہی آدم کی نسل سے ہیں اور سب کا خالق خدا ہی ہے، پھر خدا ہی ہے جس نے آدم ہی کی جنس سے اس کے جوڑے —— عورت —— کو وجود بخشا کہ جب سب کا خالق اللہ ہی ہے اور اس حقیقت سے تمھیں بھی انکار نہیں ہے تو خدا کے سوا دوسرے معبودوں کے لیے کہاں سے گنجائش پیدا ہوئی!

'وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَۃَ اَزْوَاجٍ' یعنی جس خدا نے تم کو پیدا کیا اسی نے تمھاری

پرورش کا سامان بھی کیا۔ یہ نہیں ہے کہ تمھیں پیدا کر کے اس نے تمھاری پرورش کی ذمہ داری دوسروں پر ڈال دی ہو۔ یہ مختلف قسم کے چوپائے جن پر تمھاری معاش و معیشت کا انحصار ہے، خدا ہی کے پیدا کیے ہوئے ہیں کسی اور نے ان کو نہیں پیدا کیا ہے۔

یہاں چوپایوں کے لیے 'اَنْزَلَ لَکُمْ' کے الفاظ اسی طرح استعمال ہوئے ہیں جس طرح 'اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ قرآن میں یہ اسلوب بیان اکثر چیزوں کے لیے استعمال ہوا ہے اور اس سے مقصود لوگوں کو ہر چیز کے اصل منبع کی طرف توجہ دلانا ہے کہ ہر چیز کا نازل کرنے والا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسی نے لوہا اتارا تو وہ زمین میں پیدا ہو گیا اور اس سے انسان نے طرح طرح کے اسلحہ ایجاد کر لیے، اسی نے چوپائے اتارے تو وہ انسان کی معاش و معیشت کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے زمین میں پھیل گئے۔ یہی حقیقت بینی انسان کے اندر صحیح جذبۂ شکر گزاری پیدا کرتی ہے ورنہ انسان کی نظر ہر نعمت کے سبب قریب کے ساتھ اٹک کے رہ جاتی ہے اور وہ اپنے حقیقی پروردگار کو بھول جاتا ہے۔

'ثَمٰنِیَۃَ اَزْوَاجٍ'۔ لفظ 'زوج' جوڑے کے لیے بھی آتا ہے اور جوڑے کے ایک فرد کے لیے بھی۔ یہاں یہ اسی دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ عرب میں پالتو چوپایوں میں سے چار معروف تھے۔ چھوٹے چوپایوں میں بھیڑ بکری، بڑے چوپایوں میں اونٹ اور گائے۔ لفظ انعام انہی کے لیے بولا جاتا ہے۔ ان کے نر و مادہ دونوں کو ملا کر گنیے تو یہ آٹھ بن جائیں گے۔ عرب میں معاش و معیشت کا انحصار زیادہ تر انہی پر تھا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کی یاددہانی کے لیے ان کا خاص طور پر حوالہ دیا۔ اس مضمون کی تفصیل مطلوب ہو تو انعام کی آیات ۱۴۲-۱۴۴ کے تحت ہم جو کچھ لکھ آئے ہیں اس پر ایک نظر ڈال لیجیے۔

'یَخْلُقُکُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ'۔ خلق اور ربوبیت کی یاددہانی کے بعد یہ اپنی قدرت، کاریگری اور اپنے احاطۂ علم کی طرف توجہ دلائی کہ وہی خدا تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں، تین تین تاریکیوں کے اندر، تخلیق کے مختلف اطوار و مراحل سے گزارتا ہے۔ ان مختلف مراحل کی تفصیل سورۂ مومنون میں یوں فرمائی ہے۔

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ (المؤمنون: ۱۴)	پھر ہم نطفہ کو خون کی پھٹکی کی شکل میں کر دیتے ہیں اور خون کی پھٹکی کو گوشت کا لوتھڑا بنا دیتے ہیں، پھر لوتھڑے میں ہڈیاں پیدا کر دیتے ہیں اور ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیتے ہیں۔ پھر اس کو ایک نئی خلقت میں کر دیتے ہیں۔

'تین تاریکیوں' سے اشارہ مشیمہ، رحم اور پیٹ کی تہ بہ تہ تاریکیاں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قدرت کا دستِ صناع اور مصورِ ظلم یہ صناعی سورج یا بجلی کی روشنی میں نہیں کرتا بلکہ تین تین پردوں کے اندر کرتا ہے۔ یہ اس

بات کی شہادت ہے کہ اس کا علم ہر جلی و خفی کو محیط ہے۔

ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ لَہُ الْمُلْکُ ...... الآیۃ: یعنی جس خدا کے تمھارے اوپر یہ یہ احسانات ہیں وہی تمھارا آقا اور مالک بھی ہے۔ ہر چیز اسی کی ملکیت اور تمام آسمان و زمین میں اسی کی بادشاہی ہے۔ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں، پھر تمھاری عقل کس طرح الٹ جاتی ہے کہ تم سیدھی راہ سے ہٹا کر ایک بالکل غلط سمت میں موڑ دیے جاتے ہو! تُصْرَفُوْنَ مجہول کا صیغہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ان واضح حقائق فطرت کے بعد کسی غلط سمت میں بھٹکنے کی گنجائش تو نہیں تھی لیکن تم نے معلوم نہیں کس شیطان کے ہاتھ میں اپنی باگ پکڑا دی ہے جو تمھیں گمراہی کی وادیوں میں گردش کرا رہا ہے۔

اِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنْکُمْ وَلَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ وَاِنْ تَشْکُرُوْا یَرْضَہُ لَکُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ مَّرْجِعُکُمْ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۷)

اللہ تعالیٰ لوگوں کے کفر و ایمان سے بالکل بے نیاز ہے

لفظ 'کفر' یہاں ناشکری اور کفرانِ نعمت کے مفہوم میں آیا ہے۔ اس کے مقابل میں اِنْ تَشْکُرُوْا ہے جس سے اس مفہوم کی وضاحت ہو رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمھارے پیدا کرنے اور تمھاری پرورش میں تو خدا کے سوا کسی اور کو کوئی دخل ہے نہیں۔ اگر اس کے باوجود تم دوسروں کو خدا کا شریک بنا کر اس کی ناشکری کر رہے ہو تو یاد رکھو کہ تم خدا کا کچھ نہیں بگاڑ رہے ہو۔ خدا تمھارے کفر اور شکر دونوں سے بے نیاز ہے۔ وہ تمھارا محتاج نہیں ہے بلکہ تمھی اس کے محتاج ہو۔ اگر تم اس کے شکر گزار ہو گے تو وہ اس کو پسند فرمائے گا۔ دنیا میں بھی تمھاری نعمتوں میں برکت ہو گی اور آخرت میں بھی اس کا بھرپور صلہ پاؤ گے اور اگر ناشکری کرو گے تو یاد رکھو کہ خدا اپنے بندوں کی طرف سے ناشکری کے رویہ کو پسند نہیں فرماتا تو لازماً اس کا نتیجہ بھی ان کے سامنے آئے گا۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ...... الآیۃ: اور یہ حقیقت بھی یاد رکھو کہ خدا کے ہاں ہر نفس کی ذمہ داری خود اسی کے اوپر ہے۔ کوئی دوسرا اس کی طرف سے جواب دہی کرنے والا نہیں بنے گا۔ اگر تم نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ تمھارے یہ دیوی دیوتا تمھاری وکالت و شفاعت کر کے تم کو خدا کی پکڑ سے بچا لیں گے تو یہ آرزوئے باطل پوری ہونے والی نہیں ہے۔ سب کی واپسی خدا ہی کی طرف ہونی ہے۔ کوئی اور مولیٰ و مرجع نہیں بنے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے سامنے اس کے اعمال کا پورا دفتر رکھ دے گا۔ وہ لوگوں کے دلوں کے بھیدوں سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔ نہ اس کو کسی کے بارے میں کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت ہے اور نہ کوئی اس کے آگے یہ کہنے والا بنے گا کہ فلاں کے بارے میں اس کی معلومات میں کچھ ایسی باتیں ہیں جو خدا کے علم میں نہیں ہیں۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّہٗ مُنِیْبًا اِلَیْہِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَہٗ نِعْمَۃً مِّنْہُ نَسِیَ

مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ (۸)

انسان کی ناشکری پر تعجب اور افسوس

یہ انسان کی اس ناشکری کے رویہ پر تعجب اور افسوس کا اظہار ہے کہ اس کا عجیب حال ہے کہ جب اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تب تو وہ بڑے تضرع اور بڑی انابت کے ساتھ خدا سے فریاد کرتا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور کر کے اس کو اپنے فضل سے بہرہ مند کر دیتا ہے تو وہ اپنی مصیبت کو بھول جاتا ہے اور خدا کے بخشے ہوئے فضل کو دوسرے شریکوں کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے اور اس طرح خود بھی خدا کی راہ سے برگشتہ ہوتا ہے، دوسروں کو بھی اس سے برگشتہ کرتا ہے۔ یہاں چونکہ کفر کے سرغنوں کا رویہ زیر بحث ہے اس وجہ سے فعل 'لِيُضِلَّ' متعدی استعمال فرمایا کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اس کے اندر گمراہ ہونے کا مفہوم خود شامل ہے۔

یہی مضمون آگے اسی سورہ میں اس طرح بیان ہوا ہے۔

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ز	جب انسان کو کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے تب
ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ	تو وہ ہم کو پکارتا ہے پھر جب ہم اس کو اپنی طرف
قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ	سے کوئی نعمت بخش دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرے
(الزمر: ۴۹)	علم و قابلیت کا ثمرہ ہے۔

انسان کی فطرت کے اندر ایک خدا کے سوا کسی اور الٰہ کا کوئی شعور نہیں ہے اس وجہ سے جب اس پر کسی حقیقی افتقار کی حالت طاری ہوتی ہے تو وہ اسی کی طرف متوجہ ہوتا اور اسی سے دعا و فریاد کرتا ہے لیکن جب اس کی مصیبت دور ہو جاتی ہے تو وہ مصیبت کو بھی بھول جاتا ہے اور خدا سے بھی بے نیاز ہو جاتا ہے اور خدا کی بخشی ہوئی نعمت کو یا تو اپنے فرضی دیویوں دیوتاؤں سے منسوب کرتا ہے یا اپنی تدبیر اور اپنی قابلیت و ذہانت کا ثمرہ قرار دیتا ہے اور اس طرح خود شریک خدا بن جاتا ہے۔

'قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ' اوپر کی بات اگرچہ عام صیغے سے فرمائی گئی ہے لیکن مقصود مخاطب گروہ کی حالت ہی پر توجہ دلانا تھا اس وجہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت ہوئی کہ ان سے کہہ دو کہ اپنی اس ناشکری اور اپنے اس کفر کے باوجود اللہ کی نعمتوں سے کچھ دن بہرہ مند ہو لو، بالآخر تو تم جہنم کے ایندھن بننے والے ہی ہو، وہ ساری کسر پوری کر دے گی۔

۲۔ آگے کا مضمون۔ آیات ۹ - ۲۰

پہلے اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی کہ جن لوگوں نے شرک و شفاعت کا عقیدہ ایجاد کیا ہے انھوں نے اپنے زعم میں خدا کے نزدیک نیک اور بد دونوں کو بالکل یکساں کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ چیز بالبداہت

غلط ہے ۔ بصیرت و معرفت رکھنے والے اور اپنی عقلوں کو اپنی خواہشوں کی لونڈی بنا دینے والے دونوں خدا کے ہاں یکساں نہیں ہو سکتے۔

پھر مسلمانوں کو، جو اس دور میں ہر قسم کے مظالم کے ہدف بنے ہوئے تھے، تسلی دی کہ تم اللہ کی توحید پر ثابت قدم رہو۔ اللہ کے ہاں تمہارے لیے بے حساب اجر ہے اور اگر تمہارے وطن کی زمین تم پر تنگ کر دی گئی تو اطمینان رکھو کہ خدا کی زمین تنگ نہیں ہے۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے شرک اور شرکاء سے نہایت آشکارا طور پر اعلان برأت کرایا ہے تاکہ کفار پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ جبر و ظلم کے ذریعہ سے وہ اللہ کے بندوں کو شرک کے آگے نہیں جھکا سکتے۔

آخر میں مسلمانوں کو فوز و فلاح کی بشارت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ تمہاری دعوت انہی لوگوں کو اپیل کرے گی جن کے اندر عقل ہے، جو اپنی شامتِ اعمال سے جہنم کے ایندھن بن چکے ہیں ان کو ہدایت کی راہ پر لانا تمہارا کام نہیں ہے ـــ اس روشنی میں آیات کی تلاوت فرمایئے۔

آیات ۹-۲۰

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾ قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ۗ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ﴿١١﴾ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٢﴾ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣﴾ قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ﴿١٤﴾ فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ ۗ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴿١٥﴾ لَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۚ ذَٰلِكَ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ ۚ

يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿١٦﴾ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿١٨﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِى النَّارِ ﴿١٩﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿٢٠﴾

ترجمہ آیات ۹-۲۰

کیا وہ جو عاجزانہ شب کے اوقات میں اپنے رب کے آگے سجود و قیام میں آخرت سے اندیشہ ناک اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار رہے (اور دوسرے جو ان صفات سے عاری ہیں یکساں ہو جائیں گے؟) پوچھو، کیا علم و بصیرت رکھنے والے اور وہ جو علم و بصیرت نہیں رکھتے دونوں برابر ہوں گے؟ یاد دہانی تو اہلِ عقل ہی حاصل کرتے ہیں۔ ۹

کہہ دو کہ اے میرے بندو، جو ایمان لائے ہو تم اپنے رب سے ڈرتے رہو۔ جو لوگ اس دنیا میں نیکی کریں گے ان کے لیے آخرت میں نیک صلہ ہے۔ اور اللہ کی زمین کشادہ ہے۔ جو ثابت قدم رہنے والے ہوں گے، ان کو ان کا صلہ بے حساب پورا کیا جائے گا۔ ۱۰

کہہ دو کہ مجھے تو حکم ملا ہے کہ میں اللہ ہی کی بندگی کروں، اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں۔ کہہ دو کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ ۱۱-۱۳

کہہ دو کہ میں تو اللہ ہی کی بندگی کرتا ہوں، اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ۔ سو تم اس

کے سوا جس کی چاہو بندگی کرو۔ کہہ دو کہ تحقیقی خسارے میں پڑنے والے وہی ہیں جنھوں نے اپنے
آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو قیامت کے دن خسارے میں ڈالا۔ یاد رکھو کہ کھلا ہوا خسارہ
وہی ہے۔ ان کے لیے ان کے اوپر سے بھی آگ کے پردے ہوں گے اور ان کے نیچے
سے بھی۔ یہ چیز ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈرا رہا ہے۔ اے میرے بندو،
پس مجھ سے ڈرو۔ ۱۴-۱۶

اور جن لوگوں نے طاغوت کی عبادت میں ملوث ہونے سے احتراز کیا اور اللہ کی طرف
متوجہ رہے، ان کے لیے خوش خبری ہے تو میرے ان بندوں کو خوش خبری پہنچا دو جو بات
کو توجہ سے سنتے اور اس میں سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت
بخشی اور یہی ہیں جو عقل والے ہیں۔ ۱۷-۱۸

کیا جس پر عذاب کا قانون پورا ہو چکا (اور وہ دوزخ میں ہے) تو تم اس کو نجات
دینے والے بنو گے جو دوزخ میں ہے۔ البتہ جو اپنے رب سے ڈرے ان کے لیے بالاخانے
اور بالاخانوں کے اوپر بھی آراستہ بالاخانے ہوں گے۔ ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔
یہ اللہ کا حتمی وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ ۱۹-۲۰

۲۔ الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

امن هو قانت اناء الیل ساجدا وقائما یحذر الاخرة ویرجوا رحمة ربه قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب (۹)

عربیت کا ایک اسلوب

یہ وضاحت اس کتاب میں جگہ جگہ ہو چکی ہے کہ اس قسم کے سوالیہ جملوں میں کلام کا ایک جزو محذوف
ہوتا ہے جو متکلم کے زورِ بیان سے واضح ہو جاتا ہے۔ آگے آیت ۲۲ میں بھی اس کی مثال آ رہی ہے۔ یہ
اسلوب متکلم کی شدتِ یقین پر بھی دلیل ہوتا ہے اور اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ اس سوال کے جواب

میں مخاطب کے لیے کسی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ مزید براں بات کا ایک حصہ بغیر اظہار کے ظاہر ہو جاتا ہے۔

اس استفہام کو کھولیے تو پوری بات یوں ہوگی کہ کیا جو شخص پوری نیاز مندی اور فروتنی کے ساتھ اثنائے شب کے اوقات میں، اپنے رب کے آگے کبھی سجدہ میں ہے کبھی قیام میں، وہ آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے اور وہ شخص جو اپنے غرور میں مست ہے، نہ اس کو آخرت کا کوئی اندیشہ ہے نہ خدا کی کسی رحمت کی کوئی پروا ہے، دونوں یکساں ہو جائیں گے۔

شفاعتِ باطل کا عقیدہ حق و باطل دونوں کو یکساں کر دیتا ہے

اس سوال سے یہ بات آپ سے آپ نکلی کہ یہ دونوں خدا کے نزدیک یکساں نہیں ہو سکتے اور یہ ایک ایسی بدیہی حقیقت ہے کہ اس سے مخاطب کے لیے بھی انکار کی گنجائش نہیں تھی لیکن اس کے باوجود نادانوں نے شرک و شفاعت کا عقیدہ ایجاد کر کے دونوں کو بالکل یکساں کر دیا تھا۔ اس لیے کہ جب نجات کا انحصار ایمان و عمل صالح کے بجائے دیویوں دیوتاؤں کی سفارش پر ہوا تو نہ خدا کے عدل کا کوئی اندیشہ باقی رہا نہ ایمان و عمل صالح کی کوئی ضرورت رہی۔

آیت کے اسلوب اور اس کے موقع و محل کو سمجھ لینے کے بعد اب اس کے اجزا پر نگاہ ڈال لیجیے۔

'قنوت' کا اصل مفہوم اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع، فروتنی اور نیاز مندی ہے۔ یہ ایک قلبی حالت ہے جس کا بہترین اظہار نماز، بالخصوص شب کی نمازوں سے ہوتا ہے۔ 'اٰنَآءَ الَّیۡلِ' کی قید خاص طور پر اس وجہ سے لگائی ہے کہ شب کی نماز ریا کے شائبہ سے پاک ہوتی ہے اس وجہ سے جو لوگ اس کا اہتمام کرتے ہیں اللہ کے لیے ان کی نیاز مندی شبہ سے بالاتر ہے۔

'سَاجِدًا وَّقَآئِمًا' ان کی نماز کی تصویر ہے کہ کبھی سجدے میں پڑے ہوئے ہیں، کبھی حالتِ قیام میں ہیں۔ اس سے ان کی بے چینی کا اظہار ہو رہا ہے جب دوسرے اپنے نرم بستروں میں پڑے ہوئے غافل سو رہے ہوتے ہیں وہ اپنے رب کی رضا کی طلب میں سجود و قیام میں ہوتے ہیں۔

'یَحۡذَرُ الۡاٰخِرَۃَ وَ یَرۡجُوۡا رَحۡمَۃَ رَبِّہٖ' یہ ان کی نماز کے باطن کا بیان ہے کہ آخرت کے خوف اور اس کی رحمت کی امید نے ان کے اندر یہ بے قراری پیدا کی ہے کہ وہ اپنے بستروں سے الگ ہو کر کبھی سجدے میں ہیں کبھی قیام میں۔

خدا کے ساتھ بندے کے تعلق کے متوازن ہونے کی شرط

یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ خدا کے ساتھ بندے کا تعلق متوازن اسی وقت تک رہتا ہے جب تک وہ خوف اور رجا دونوں کے بین بین رہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک کا بھی زیادہ غلبہ ہو جائے تو توازن بگڑ جاتا ہے۔ اگر رجائیت غالب ہو جائے تو خدا کے عدل سے انسان بے پروا ہو جاتا ہے جس سے مرجیئت بلکہ اباحیت کے دروازے آدمی اپنے لیے کھول لیتا ہے۔ اگر خوف کا غلبہ ہو جائے تو اس سے اس کے اندر مایوسی اور قنوطیت راہ پاتی ہے اور یہ چیز بھی فتنے پیدا کرتی ہے۔ سابق ادیان کے پیرووں میں اس عدم توازن سے جو خرابیاں پیدا ہوئیں ان کی تفصیل بہت طویل ہے۔ قرآن نے اس کی طرف

اشارات کیے ہیں اور ہم ان کی طرف توجہ دلاتے آرہے ہیں۔

قرآن کے نزدیک حقیقی اہلِ علم

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ اس سے اس محذوف پر روشنی پڑ رہی ہے جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا۔ یعنی یہ کس طرح ممکن ہے کہ اہلِ علم اور غیر اہلِ علم دونوں اللہ کے نزدیک یکساں ہو جائیں؟ اس سے یہ بات آپ سے آپ نکلی کہ قرآن کے نزدیک اہلِ علم وہی ہیں جن کی تعریف أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ کے الفاظ سے بیان ہوئی ہے۔ جن کے اندر یہ صفت موجود نہیں ہے وہ قرآن کے نزدیک علم سے عاری ہیں اگرچہ وہ چاند اور مریخ تک سفر کر آئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زندگی کی رہنمائی کے لیے اصلی علم یہ ہے کہ انسان کو یہ پتہ ہو کہ یہ دنیا کہاں سے آئی ہے، کہاں منتہی ہوگی، اس کے خالق کی صفات کیا ہیں اور اس کے ساتھ انسان کے تعلق کی نوعیت کیا ہے؟ اگر اس علم کی کلید اس کے ہاتھ آگئی تو وہ اپنی زندگی کا مقصد و منتہا سمجھ جائے گا اور اگر یہ علم حاصل نہ ہو سکا تو وہ اندھیرے میں ہے اگرچہ وہ آسمان و زمین کا طول و عرض ناپ ڈالے۔

إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ۔ یعنی یہ حقائق ہیں تو بالکل واضح لیکن بات کو تسلیم کرنے کے لیے صرف اس کا واضح ہونا کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ مخاطب عقل والے ہوں اور ان حقائق کو سننے اور سمجھنے کے لیے اپنی عقل استعمال بھی کریں۔ جن لوگوں کے اندر نہ علم ہے نہ عقل وہ لوگ واضح سے واضح بات سے بھی کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔ اس میں ضمناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تسلی بھی دے دی گئی کہ اگر یہ لوگ قرآن کی ان یاد دہانیوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں تو اس میں قصور نہ تمہارا ہے نہ قرآن کا، بلکہ یہ لوگ خود ہی بالکل بلید اور کودن ہیں۔

قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ۗ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (۱۰)

مظلوم مسلمانوں کے لیے پیغام تسلی

قریش کے رویہ سے مایوسی کے اظہار کے بعد یہ ان غریب مسلمانوں کو تسلی دی جو قریش کے ہاتھوں ستائے جا رہے تھے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی کہ میرے ان بندوں کو یہ بات پہنچا دو کہ تم اپنے رب سے ڈرتے رہو۔ یعنی بے وقوف لوگوں نے تو شرک و شفاعت کی راہیں نکال کر خدا کے عدل اور اس کی جزا و سزا کو بالکل بے معنی کر دیا ہے لیکن تم اپنے رب کے عدل سے برابر ڈرتے رہو۔ ان لوگوں کے لیے خدا کے ہاں اچھا صلہ ہے جو اس دنیا میں نیکی اور بھلائی کی زندگی بسر کریں گے۔ رہے وہ لوگ جو جھوٹی شفاعتوں کے بل پر جنت الحمقاء میں زندگی گزار رہے ہیں وہ اپنی اس حماقت کا انجام دیکھ لیں گے۔

وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ۔ یعنی اس راہ میں جو مصائب و شدائد تمہارے دشمنوں کی طرف سے پیش آرہے ہیں یا آئندہ آئیں ان کو عزم و ہمت کے ساتھ برداشت کرو۔ اگر دیکھو کہ تمہارے وطن کی زمین تمہارے اوپر تنگ کر دی گئی ہے جب بھی بددل و مایوس نہ ہونا، خدا کی زمین بڑی وسیع ہے۔ اگر اس

شہر میں تمھارے لیے اللہ کے دین پر قائم رہنا ناممکن بنا دیا گیا تو اللہ تمھاری رہنمائی کسی اور سرزمین کی طرف فرمائے گا جہاں تم بے خوف و خطر اپنے رب کی عبادت کر سکو گے۔

اس آیت سے یہ بات نکلتی ہے کہ یہ سورہ کشمکش حق و باطل کے اس دور میں نازل ہوئی ہے جب مکہ کی سرزمین مسلمانوں پر تنگ ہو رہی تھی اور مسلمان اپنے مستقبل کے مسئلہ پر سوچنے لگ گئے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ اطمینان دلایا کہ اگر اس شہر کے باشندوں نے تمھیں نکالا تو اطمینان رکھو کہ کوئی اور سرزمین تمھارا خیر مقدم کرے گی۔ بعینہٖ یہی مضمون، اسی سیاق و سباق کے ساتھ، سورۂ عنکبوت میں بدیں الفاظ گزر چکا ہے۔

یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ ——— اے میرے بندو، جو ایمان لائے ہو، میری زمین

فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ (العنکبوت ۵۶) ——— بڑی کشادہ ہے تو میری ہی بندگی پر جمے رہو۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ: یعنی یہ راہ ہے تو بڑی سخت آزمائشوں کی لیکن اطمینان رکھو کہ میرے جو بندے ان آزمائشوں میں ثابت قدم رہیں گے ان کو اس کا صلہ بھی ان کی توقعات اور ان کے اندازوں اور قیاسوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر ملے گا۔ آج وہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ۝ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ (۱۱-۱۲)

مخالفوں سے بے تعلقی کا اعلان

مسلمانوں کو بشارت دینے کے بعد مخالفوں سے بے نیازی و بے تعلقی کا اعلان ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت ہوئی کہ اب زیادہ ان کی ناز برداری کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کو واضح طور پر بتا دو کہ مجھے تو یہ حکم ملا ہے کہ میں اللہ ہی کی بندگی کروں، اسی کی خالص اطاعت کے لیے اور یہ بھی حکم ملا ہے کہ میں پہلا اسلام لانے والا بنوں، قطع نظر اس سے کہ دوسرے کیا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ یہ حکم قرآن میں جگہ جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے بلکہ نبوت کے روز اول ہی سے یہ حکم آپ کو مل چکا تھا۔ اس سورہ کے شروع میں بھی یہ نہایت واضح الفاظ میں مذکور ہے فرمایا ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (۲-۳) (ہم نے تمھاری طرف کتاب اتاری ہے قول فیصل کے ساتھ تو اللہ ہی کی بندگی کرو اس کی بے آمیز اطاعت کے ساتھ۔ یاد رکھو کہ اطاعت خالص کا سزاوار اللہ ہی ہے) یہاں دونوں آیتوں میں دو حکم مذکور ہوئے ہیں۔ ایک اللہ ہی کی عبادت کا دوسرا سب سے پہلا مسلم بننے کا۔ یعنی ایمان اور اسلام دونوں ہی باتوں کا مجھے حکم مل چکا ہے اور یہ ہدایت ہوئی ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا بنوں۔ اس وجہ سے میں نے تو اپنے رب کی اطاعت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیا ہے۔ اب جس کا جی چاہے میرا ساتھ دے ورنہ اپنا انجام دیکھے۔ یہ امر واضح رہے کہ نبی کے عین فریضۂ منصبی کا یہ تقاضا ہوتا ہے کہ وہ جس ایمان و اسلام کی خلق کو دعوت دیتا

ہے اس کو سب سے پہلا قبول کرنے والا وہ خود بنتا ہے اس وجہ سے اس کا درجہ اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اور اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ کا ہوتا ہے۔

قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (۱۳)

یعنی ان کو بتا دو کہ مجھے تو جو حکم مل چکا ہے میں اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے سخت دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ یہی حکم میرے واسطہ سے تمھیں بھی ملا ہے اور میں نے وہ تم کو پہنچا دیا ہے۔ اگر تم اپنے رب کی نافرمانی اور قیامت کے عذاب سے بے پروا ہو تو جو چاہو کرو۔ میں نہ تمھارا ہاتھ پکڑ سکتا اور نہ تمھارے ایمان کا ذمہ دار ہوں۔

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ۝ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ (۱۴-۱۵)

اعلانِ برأت

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نہایت واضح الفاظ میں اعلانِ برأت و بے تعلقی ہے کہ میں تو اس حکم کے مطابق جو مجھے میرے رب کی طرف سے ملا ہے اپنے رب ہی کی بندگی اور اسی کی بلا شرکتِ غیرے اطاعت کرتا ہوں اور اسی کی دعوت تم کو بھی دے رہا ہوں۔ اگر تم میری یہ بات نہیں مانتے تو تم خدا کے سوا جس کی چاہو بندگی کرو۔ میں تمھارے اس فعل سے بری ہوں۔ فرمایا کہ ان کو اس حقیقت سے بھی آگاہ کر دو کہ اصلی خسارے میں وہی لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو قیامت کے دن کے خسارے میں مبتلا کیا۔ مطلب یہ ہے کہ اور جتنے بھی خسارے ہیں وہ سب آنی اور وقتی ہیں اور ان کی تلافی ممکن ہے لیکن قیامت کے دن کا خسارہ ابدی اور دائمی ہے اس وجہ سے بدقسمت ہیں وہ جو اس دنیا کے چند روزہ عیش کے پیچھے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی آخرت برباد کر رہے ہیں۔

ہر شخص پر اس کے اہل و عیال کی بھی مسئولیت ہے

'اَنْفُسَهُمْ' کے ساتھ 'اَهْلِیْهِمْ' کے اضافہ سے اس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ ہر شخص پر اس کے اپنے نفس کے ساتھ اس کے اہل و عیال کی مسئولیت بھی ہے۔ 'كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ' والی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حقیقت واضح فرما دی ہے۔ اس مسئولیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص نہ صرف اپنی نجات کی فکر کرے بلکہ اپنے اہل و عیال کی نجات کی بھی فکر کرے۔ اگر کسی شخص نے اپنے غلط طرزِ عمل سے اپنے اہل و عیال کے لیے غلط مثال چھوڑی یا اپنے زور و اثر سے ان کو غلط راہ پر ڈالا تو اس نے صرف اپنی ہی تباہی کا سامان نہیں کیا بلکہ ان کو بھی ایک ابدی ہلاکت میں ڈالا۔

اصلی خسارہ آخرت کا خسارہ ہے

'اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ' یعنی اچھی طرح کان کھول کر سن لو کہ کھلا ہوا خسارہ وہی ہے جس سے آخرت میں سابقہ پیش آئے گا۔ مطلب یہ ہے کہ تم آج اس دعوتِ حق سے بدک رہے ہو کہ اس کے قبول کرنے کے بعد تمھیں بہت سے مفاداتِ دنیوی سے دست کش ہونا پڑے گا۔ حالانکہ یہ کوئی خسارہ نہیں

ہے بلکہ اصلی خسارہ وہ ہے جس کا نتیجہ ابدی محرومی ہے۔

لائق قبول عبادت وہی ہے جس کے ساتھ خلوص اطاعت بھی ہو

'مُخْلِصًا لَّهُ دِيْنِيْ' میں جو حقیقت بیان ہوئی ہے اس کی وضاحت ہم پیچھے کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول عبادت وہی ہے جس کے ساتھ اس کی خالص اطاعت بھی ہو۔ اگر عبادت اللہ کی ہو اور اطاعت اللہ کے احکام کے خلاف، دوسروں کی تو اس عبادت کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قیمت نہیں ہے۔ اسی طرح اطاعت میں بھی اخلاص ضروری ہے۔ اگر اللہ کی اطاعت محض دکھاوے، نمائش، کسی غرض دنیوی کے لیے کی جائے تو اس قسم کی منافقانہ اطاعت بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں درخور اعتنا نہیں ہے۔

یہاں ایک بات قرات سے متعلق بھی قابل گزارش ہے۔ وہ یہ کہ لفظ 'دِيْنِيْ' کی قرات اسی طرح کرنی چاہیے جس طرح 'لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ' میں کی جاتی ہے اس لیے کہ یہ امر ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آیات پر وقف فرماتے تھے۔ سیبویہ کی یہ رائے ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے کہ اس قسم کا حذف، صرف شعر کے ساتھ مخصوص ہے۔ قرآن میں اس قسم کے حذف کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۚ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۚ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ (۱۶)

'ظُلَلٌ' جمع ہے 'ظُلَّةٌ' کی۔ اس کے اصل معنی 'غَاشِيَةٌ' یعنی ڈھانک لینے والی چیز کے ہیں۔ یہ انجام بیان ہوا ہے ان 'خٰسِرِيْنَ' کا جن کا اوپر والی آیت میں ذکر ہوا۔ فرمایا کہ ان کے لیے آگ ہی کا اوڑھنا اور اسی کا بچھونا ہوگا۔ اوپر سے بھی ان کو آگ تہ بہ تہ ڈھانک لے گی اور نیچے سے بھی۔ فرمایا کہ یہ چیز ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈرا رہا ہے۔ یعنی یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے جو ہنسی مسخری میں ٹالی جاسکے۔ اس کے بعد نہایت پُرسوز انداز میں فرمایا کہ میرے بندو، یہ بڑی ہی سخت چیز ہے تو میرے اس عذاب سے بچو!

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۙ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۱۷-۱۸)

لفظ 'طَاغُوْت' کی تحقیق بقرہ: ۲۵۶ اور نساء: ۵۱ کے تحت بیان ہو چکی۔ یہ غیر اللہ کی تعبیر کے لیے ایک جامع لفظ ہے، خواہ اصنام و الٰہہ ہوں یا جنات و شیاطین اور اللہ کی بندگی و اطاعت سے برگشتہ کرنے والے لیڈر۔

فلاح پانے والوں کی صفات اور ان کو بشارت

یہ 'خٰسِرِيْنَ' کے مقابل میں 'مُفْلِحِيْنَ' کا ذکر ہے۔ ان کو ابدی فوز و فلاح کی بشارت بھی دی گئی اور ان کی ان صفات کی تحسین بھی فرمائی گئی ہے جن کی بدولت وہ اس بشارت کے اہل ٹھہرے۔ فرمایا کہ ہمارے جو بندے غیر اللہ کی پرستش سے بچتے ہیں اور وہ پورے اخلاص کے ساتھ اللہ کی طرف جھک پڑے ان کے لیے بشارت ہے تو تم میرے ان بندوں کو ابدی فوز و فلاح کی خوش خبری دے دو۔

'اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ..... الاٰية' یہ ان کی اس سلیم الطبعی کا بیان ہے جس کی بدولت وہ خدا کی ہدایت اور اس کی بشارت کے مستحق ٹھہرے۔ فرمایا کہ ان لوگوں کا حال یہ نہیں رہا ہے کہ جب کوئی بات ان کے سامنے پیش کی جائے تو اس کو سننے اور سمجھنے سے پہلے ہی کہنے والے سے لڑنے اور اس کا منہ نوچ لینے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں بلکہ یہ بات کو توجہ سے سنتے اور ہر اچھی بات کی پیروی کرتے رہے ہیں۔ 'اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ' ان کی اس سلیم الطبعی اور حق پسندی کا صلہ ان کو یہ ملا کہ قرآن کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے خلق کے لیے جو ہدایت اتاری اس کی انھوں نے قدر کی اور اللہ نے اس ہدایت سے ان کو بہرہ مند کیا۔

'وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ' فرمایا کہ یہی لوگ عاقل ہیں اور عاقل ہی خدا کی یاد دہانی سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یہ وہی بات ہے جو اوپر آیت ۸ میں گزر چکی ہے۔ 'اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ' (یاد دہانی تو صرف اہلِ عقل حاصل کرتے ہیں) اور یہی بات سورۂ صٓ میں یوں بیان ہوئی ہے۔ 'كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ' (۲۹) (یہ ایک مبارک کتاب ہے جو ہم نے تمھاری طرف اتاری ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر تدبر کریں اور تاکہ اہلِ عقل اس سے یاد دہانی حاصل کریں)۔

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ (۱۹)

ان کا بیان جو خدا کے قانون کی زد میں آچکے

یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ جن کو خدا کی ہدایت نصیب ہوتی ہے ان کی صفات وہ ہیں جو اوپر بیان ہوئیں۔ رہے وہ لوگ جو خدا کے قانونِ عذاب کی زد میں آچکے ہیں وہ گویا جہنم میں پڑ چکے تو کیا تم ان لوگوں کو دوزخ سے نجات دینا چاہتے ہو جو عذاب میں گرفتار ہو چکے۔ 'كَلِمَةُ الْعَذَابِ' سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ کلی فیصلہ ہے جو اس نے ابلیس کے چیلنج کے جواب میں فرمادیا تھا کہ جو لوگ تیری پیروی کریں گے، خواہ جنوں میں سے ہوں یا انسانوں میں سے، تیرے سمیت میں ان کو جہنم میں بھروں گا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کلی فیصلہ صادر ہو چکا ہے اور یہ بالکل قطعی اور اٹل ہے تو جو لوگ اس کی زد میں آچکے وہ تو اب لازماً دوزخی ہیں۔ ان کا نجات دینے والا کون بن سکتا ہے!

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ (۲۰)

'لٰكِنِ' یہاں استدراک کے لیے ہے اس وجہ سے اس کا موزوں ترجمہ 'البتہ' ہوگا۔

'مَبْنِيَّةٌ' یہاں آراستہ و پیراستہ (FURNISHED) کے مفہوم میں ہے۔ عربی میں 'بنی الدار' جس طرح مکان بنانے کے مفہوم میں آتا ہے اسی طرح مکان آراستہ کرنے کے مفہوم میں بھی آتا ہے، مفسرین نے اس معنی کی طرف توجہ نہیں کی ہے لیکن قرآن اور کلامِ عرب میں اس کے شواہد موجود ہیں۔ آگے کسی

موزوں ، مقام پر اس کی تحقیق آئے گی۔

'وَعْدَ اللّٰهِ' فعل محذوف سے منصوب اور اس کی تاکید کے لیے ہے۔

اور پر کفار کے لیے جو عذاب، 'لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ' کے الفاظ سے بیان ہوا ہے اس کے مقابل میں یہ ان لوگوں کا صلہ بیان ہوا ہے جو اپنے رب سے ڈرتے اور شرک سے بچتے رہے۔ فرمایا کہ ان کے لیے آراستہ بالاخانے ہوں گے اور ان بالاخانوں کے اوپر بھی آراستہ بالاخانے ہوں گے۔ ان بالاخانوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ یہ اللہ کا حتمی وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کی کبھی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

۴ - آگے کا مضمون - آیات ۲۱ - ۳۵

آگے قرآن سے اعراض کرنے والوں کے سبب اعراض پر ضرب لگائی ہے کہ اس دنیائے فانی کی محبت نے ان کے دل سخت کر دیے ہیں جس کے سبب سے وہ حق سے بیزار ہیں ورنہ قرآن ایک عظیم نعمت ہے۔ جن کے اندر صلاحیت ہے اس کی آیتیں سن کر ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ البتہ جن کے دل پتھر ہو چکے ہیں وہ اس سے محروم رہیں گے اور اسی عذاب سے دوچار ہوں گے جس سے رسولوں کی تکذیب کرنے والی پچھلی قومیں تباہ ہو چکی ہیں۔ اس قرآن نے تمام حقائق بہتر سے بہتر انداز میں بیان کر دیے ہیں۔ جو لوگ اس کی مخالفت کر رہے ہیں، ان کی شامت ہی ہے۔ مبارک ہیں وہ جو اس صداقت کو قبول کر رہے ہیں۔ وہی لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور ان کے لیے بہترین صلہ ہے ——— آیات کی تلاوت فرمائیے۔

آیات ۲۱-۳۵ | ع ۲/۱۲ ۱۶

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٢١﴾ أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّنْ رَّبِّهِ ۚ فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ أُولٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢٢﴾ اللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ

هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ
هَادٍ ﴿۲۳﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ
لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وقف لازم
وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾
قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا
رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ
يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ
مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ
تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ ع ۲ ۱۷ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ
اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ
وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ
ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ
اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ آیات ۲۱-۳۵

دیکھتے نہیں کہ اللہ ہی اتارتا ہے آسمان سے پانی۔ پس اس کے چشمے جاری کر دیتا ہے
زمین میں۔ پھر اس سے پیدا کرتا ہے کھیتیاں مختلف قسموں کی پھر وہ خشک ہونے لگتی ہیں اور
تم ان کو زرد دیکھتے ہو۔ پھر وہ ان کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ بے شک اس کے اندر اہل عقل

کے لیے بڑی یاد دہانی ہے! ۲۱

کیا وہ جن کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے پس وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی پر ہیں (اور وہ جن کے دل سخت ہو چکے ہیں یکساں ہوں گے؟) تو ہلاکی ہے ان کے لیے جن کے دل اللہ کی یاد دہانی قبول کرنے کے معاملے میں سخت ہو چکے ہیں! یہی لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔ ۲۲

اللہ نے بہترین کلام اتارا ہے، ایک ہم رنگ کتاب کی شکل میں، جس کی سورتیں، جوڑے جوڑے ہیں۔ اس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں۔ پھر ان کے بدن اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف جھک پڑتے ہیں یہ اللہ کی ہدایت ہے جس سے وہ ہدایت بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور جس کو خدا گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں بن سکتا۔ ۲۳

کیا وہ جو اپنے چہرے کو عذاب بد کی سپر بنائے گا (اور وہ جو اس سے محفوظ ہوگا، دونوں یکساں ہوں گے) اور ایسے ظالموں کو حکم ہوگا کہ جو کمائی تم نے کی ہے اس کا مزا چکھو۔ ۲۴

ان سے پہلے والوں نے بھی جھٹلایا تو ان پر عذاب وہاں سے آ دھمکا جہاں سے ان کو خیال بھی نہ تھا تو اللہ نے ان کو دنیا میں بھی رسوائی کا مزا چکھایا اور عذاب آخرت تو بڑی چیز ہے! کاش یہ لوگ اس بات کو سمجھتے! ۲۵-۲۶

اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کی تذکیر کے لیے ہر قسم کی تمثیلیں بیان کر دی ہیں تا کہ وہ یاد دہانی حاصل کریں۔ ایک عربی قرآن کی صورت میں جس کے اندر کوئی کجی نہیں تا کہ وہ عذاب سے بچیں۔ اللہ تمثیل بیان کرتا ہے ایک غلام کی جس میں کئی مختلف الاغراض آقا شریک ہیں

اور ایک دوسرے غلام کی جو پورے کا پورا ایک ہی آقا کی ملک ہے۔ کیا ان دونوں کا حال یکساں ہو گا! سزاوارِ شکر صرف اللہ ہے۔ لیکن ان کی اکثریت اس حقیقت کو نہیں سمجھتی۔ ۲۷-۲۹

تم کو بھی مرنا ہے اور یہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر تم لوگ قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرو گے۔ تو ان سے بڑھ کر اپنی جان پر ظلم ڈھانے والا اور کون ہو گا جنھوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور سچی بات کو جھٹلایا جب کہ وہ ان کے پاس آئی! کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہ ہو گا! ۳۰-۳۲

اور جو سچی بات لے کر آیا اور جنھوں نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ سب کچھ ہو گا جو وہ چاہیں گے۔ یہ صلہ ہے خوب کاروں کا! تاکہ اللہ ان سے دفع کر دے ان کاموں کے بدتر انجام کو جو انھوں نے کیے اور ان کو ان کاموں کا اس سے خوب تر صلہ دے جو انھوں نے کیے۔ ۳۳-۳۵

۵- الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ (۲۱)

مکذبین قرآن کو یاددہانی

یہ قرآن کے مکذبین کو اس حقیقت کی یاددہانی ہے کہ آج تم کو جس انجام سے قرآن اور پیغمبر ڈرا رہے ہیں وہ تم کو بہت مستبعد معلوم ہوتا ہے۔ اپنی موجودہ کامیابیوں کے نشہ میں تمھاری سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی ہے کہ تمھارے اس اقتدار پر زوال کدھر سے آجائے گا، حالانکہ تم برابر دیکھ رہے ہو کہ اس دنیا کی ہر چیز وقتی اور فانی ہے۔ بارش ہوتی ہے، جس سے زمین میں پانی کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں، پھر اس سے طرح طرح کی نباتات، اور کھیتیاں اگ پڑتی ہیں۔ پھر وہ خشک ہونی شروع ہوتی ہیں، پھر وہ زرد پڑ جاتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ ان کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔

لفظ 'اَلْوَان' اقسام وانواع کے معنی میں بھی آتا ہے اس کی تحقیق اس کے محل میں ہو چکی ہے۔

'ھَاجَ الْبَقْلُ' کے معنی ہوں گے 'اَخَذَ فِی الْیُبْسِ' سبزی خشک ہونے لگی۔

'اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ' یعنی جو عقل رکھنے والے ہیں اس مشاہدے میں ان کے لیے بڑی عبرت ہے۔

اس میں سب سے بڑی یاددہانی تو اس حقیقت کی ہے کہ اس دنیا کی تمام رونقیں اور شانیں بالکل عارضی اور وقتی ہیں اس وجہ سے ان پر ریجھنے کے بجائے عاقل کو اس ذات کی طرف متوجہ رہنا چاہیے جو ان تمام چیزوں کو وجود میں لانے والی اور مستقل بالذات ہے۔

دوسری یاددہانی اس میں یہ ہے کہ جس پروردگار نے اپنے بندوں کی پرورش کے لیے اس دنیا میں یہ انتظام فرمایا ہے اس کی اس پروردگاری کا فطری تقاضا یہ ہے کہ بندے اسی کے شکرگزار رہیں، اس کے سوا کسی اور کو اس شکرگزاری میں شریک نہ کریں۔

تیسری یہ کہ جس خدا نے پروردگاری کا یہ انتظام فرمایا ہے اور آسمان سے زمین تک ہر چیز کو جس نے انسان کی خدمت میں سرگرم کر رکھا ہے وہ لوگوں کو یوں ہی نہیں چھوڑ دے گا بلکہ ایک ایسا دن بھی لازماً آنا ہے جس میں وہ ہر شخص سے اس کی نیکیوں اور بدیوں کا حساب کرے گا اور انصاف کے مطابق اس کو جزا یا سزا دے گا۔

یہاں یہ چند باتیں کلام کے سیاق و سباق کو سمجھنے کے لیے کافی ہیں۔ اس تمثیل کے اندر جو دوسرے پہلو ہیں ان کی وضاحت ان کے محل میں ہو چکی ہے اور ایک خاص پہلو کی وضاحت آگے کی آیت سے ہو جائے گی۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ ؕ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَۃِ قُلُوْبُھُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (۲۲)

فیض بقدرِ استعداد پہنچتا

یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ فیض ہمیشہ بقدرِ استعداد و صلاحیت پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ابرِکرم یوں تو ہر خشک و تر پر برستا ہے لیکن ہر زمین اس سے یکساں مستفید نہیں ہوتی۔ جس زمین میں صلاحیت ہوتی ہے وہ تو اس سے لہلہا اٹھتی ہے لیکن جو بنجر ہوتی ہے وہ یوں ہی ویران پڑی رہ جاتی ہے۔ اسی طرح قرآن کی صورت میں جو بارش ہوئی ہے اس کا فیض بھی ہر شخص کو یکساں نہیں پہنچے گا بلکہ جنھوں نے اپنی فطری صلاحیتیں زندہ رکھی ہیں اللہ اس کے ذریعے سے ان کے سینے اسلام کے لیے کھول دے گا۔ رہے وہ لوگ جنھوں نے اپنی فطری صلاحیتیں ضائع کر کے اپنے دل پتھر بنا لیے ہیں وہ اس کے فیض سے محروم ہی رہیں گے اور ایسے سنگدلوں کے لیے، جو اللہ کی تذکیر کے بعد بھی پتھر بنے رہ گئے، صرف ہلاکی ہے۔ ایسے لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں اس لیے کہ انھوں نے رات کے اندھیرے میں نہیں بلکہ پورے دن کی روشنی میں خدا کی رہنمائی کے باوجود اپنی راہ کھوئی ہے۔

اس سوالیہ جملہ میں بھی خبر محذوف ہے جس کو ترجمہ میں ہم نے کھول دیا۔

'مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ' یہاں مِنْ تَذْكِيرِ اللّٰهِ اِيَّاهُمْ' کے مفہوم میں ہے یعنی جن کے دل خدا کی طرف سے یاددہانی کے باوجود پتھر بنے رہے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۤءُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (۲۳)

قرآن کی صفت اور اس کی تاثیر

'كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا' قرآن کی صفت ہے اس لیے کہ اس کا ہر جزو ایک دوسرے سے مشابہ اور ہم آہنگ و ہم رنگ ہے۔ اس کو جہاں سے بھی کھول کر پڑھیے اس کی تمام بنیادی تعلیمات آپ کے ذہن میں تازہ ہو جائیں گی۔ اس کے ہر گروپ بلکہ ہر سورہ کا رنگ اور اسلوب بیان الگ الگ ہے۔ عمود بھی مختلف ہیں لیکن اس اختلاف کے ساتھ ساتھ اس میں ایسی ہمہ گیر وحدت ہے کہ آپ جہاں سے بھی دیکھیں گے قرآن کا اصلی جمال آپ کی نگاہ کے سامنے آجائے گا۔ ہم نے سورتوں کے مختلف گروپوں کی جو تفسیر پیش کی ہے اس پر ایک نظر ڈالنے سے ہمارے اس دعوے کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔ قرآن کا اس شکل میں نازل ہونا تعلیم کے پہلو سے اپنے اندر ایک عظیم افادیت رکھتا ہے۔ اس طرح گویا قاری کو ان تمام حقائق کا مختلف زاویوں سے مشاہدہ کرا دیا جاتا ہے جن کی قرآن دعوت دیتا ہے۔

'مَثَانِيَ' کی تحقیق سورۂ حجر کی آیت ۸۷ کے تحت گزر چکی ہے۔ یہ قرآن کی سورتوں کے جوڑے جوڑے ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ جن لوگوں نے اس کے معنی بار بار دہرائی ہوئی چیز کے لیے ہیں ان کی رائے لغت اور نظائر قرآن کے خلاف ہے۔ سورتوں کے جوڑے جوڑے ہونے کی، تعلیم کے پہلو سے، جو قدر و قیمت ہے اس کی وضاحت ہم نے مقدمے میں بھی کی ہے اور سورۂ حجر کی مذکورہ بالا آیت کے تحت بھی۔

لفظ 'جلود' اس آیت میں جسم کے رونگٹوں کے معنی میں بھی آیا ہے اور پورے جسم کے معنی میں بھی۔ عربی زبان میں کُل بول کر جزو بھی مراد لیتے ہیں اور جزو بول کر کُل بھی۔

'تَلِيْنُ' یہاں 'تمیل' کے مضمون پر متضمن ہے اس وجہ سے اس کے بعد صلہ 'اِلٰى' آیا ہے۔

الفاظ و اسالیب کو سمجھ لینے کے بعد آیت کے مضمون پر غور فرمائیے۔

فرمایا کہ ہم نے اس قرآن کی صورت میں بہترین کلام اتارا ہے جس کا ہر جزو ایک دوسرے سے بالکل ہم آہنگ و ہم رنگ ہے اور اس کی تمام سورتیں جوڑے جوڑے بنائی ہیں تاکہ اس کی ہر بات سامع اور قاری کے ذہن نشین ہو جائے۔ وہ جس زاویے سے بھی اس کو دیکھے اصل حقیقت اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔ یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ تورات کا حال قرآن سے بالکل مختلف ہے۔ قرآن کا حال تو یہ ہے کہ اگر بقرہ کے بعد آلِ عمران کی تلاوت کیجیے تو گو دونوں کے عمود، مخاطب، نہج استدلال اور طرز بیان میں

بڑا فرق ہے لیکن آلِ عمران میں بھی وہ ساری حقیقتیں از سرِ نو نگاہوں کے سامنے آجائیں گی جو بقرہ میں گزر چکی ہیں۔ برعکس اس کے تورات کا حال یہ ہے کہ اگر پیدائش کے بعد خروج، احبار یا گنتی کو پڑھیے تو آپ پچھلی تمام کتابوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے۔ یہود نے تورات کو جو بھلایا یا اس میں تحریفیں کیں اس میں بڑا دخل تورات کے اجزائے مختلفہ کی اس بے تعلقی کو بھی تھا۔

'تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ'۔ فرمایا کہ اس قرآن کی تاثیر کا حال یہ ہے کہ جن کے دلوں میں خدا کی خشیت ہے اس کی تذکیر سے ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی اس سے اثرپذیر نہیں ہوتا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا دل خدا کے نُور سے بالکل خالی ہے اور وہ پتھر کی طرح سخت بن چکا ہے۔

'ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ'۔ یعنی یہ قرآن دلوں میں جو گداز پیدا کرتا ہے اس کے اثر سے ان کے جسم اور ان کے دل دونوں نرم ہو کر اللہ کی یاد کی طرف جھک پڑتے ہیں۔ دلوں کا نرم ہونا تو واضح ہے، جسموں کے نرم ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان کے اندر کبر و غرور کا کوئی شائبہ باقی نہیں رہ جاتا ــــ آدمی کے اندر کبر و غرور ہو تو اس کی گردن تنی ہوئی، جسم اکڑا ہوا رہتا ہے اور وہ زمین پر پاؤں دھمکتے ہوئے چلتا ہے۔ برعکس اس کے جن کے اندر خدا کا خوف ہو ان کے اندر فروتنی و تواضع ہوتی ہے جس کا اثر ان کی چال ڈھال اور ان کے جسم کی ایک ایک ادا سے نمایاں ہوتا ہے۔

'ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ'۔ 'ذٰلِكَ' کا اشارہ قرآن کی طرف ہے۔ یعنی یہ قرآن اللہ کی اتاری ہوئی ہدایت ہے اس کے ذریعے سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس ہدایت کے لیے اس نے ایک خاص سنت ٹھہرا دی ہے۔ اس سنت کے بموجب جو ہدایت کے مستحق ہوتے ہیں وہ اس سے ہدایت پاتے ہیں اور جو مستحق نہیں ہوتے وہ اس سے محروم رہتے ہیں۔ اس سنت کی وضاحت اس کتاب میں جگہ جگہ ہم کرتے آ رہے ہیں۔

'وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ'۔ یعنی اس سنتِ الٰہی کے بموجب جو شخص گمراہی کا مستحق ہے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اس میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلی ہے کہ ایسے لوگوں کا غم کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (۲۴)

اس سوالیہ جملے میں بھی خبر محذوف ہے، ترجمہ میں ہم نے اس کی وضاحت کر دی ہے۔

قیامت کے دن متکبرین کی بے بسی

یہ ان متکبرین کی بے بسی کی تصویر ہے کہ جس جزا و سزا کی انھوں نے اس دنیا میں نہایت رعونت کے ساتھ تکذیب کی ایک دن آئے گا کہ اس کا انجام ایسی ہولناک شکل میں ان پر مسلط ہوگا کہ وہ اس سے بچنے کے لیے اپنے چہروں کو ڈھال بنانے کی کوشش کریں گے۔ آدمی کا سب سے زیادہ عزیز و اشرف حصہ

اس کا چہرہ ہی ہوتا ہے۔ وہ ہر آفت سے اس کو محفوظ رکھنے کے لیے سب سے پہلے کوشش کرتا ہے اور کسی طرح بھی اس کو کوئی گزند پہنچنے نہیں دینا چاہتا لیکن آخرت کے عذاب کا یہ حال ہوگا کہ اس دن متکبرین کے پاس کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہوگی جس کو وہ سپر بنا سکیں اس وجہ سے وہ اپنے وہی چہرے اس کے آگے کرنے پر مجبور ہوں گے جن سے وہ ان لوگوں کے آگے اکڑتے رہے تھے جو ان کو اس سے ڈراتے تھے۔

وَقِيلَ لِلظّٰلِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ۔ ظَالِمِينَ سے یہی متکبرین مراد ہیں اس لیے کہ وہ قرآن کی تکذیب کر کے اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے بنے۔ فرمایا کہ ان کی اس بے بسی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ اس وقت ان پر کوئی رحم نہیں فرمائے گا بلکہ ان سے کہا جائے گا کہ یہ جو کچھ تمھارے سامنے آیا ہے یہ تمھاری اپنی ہی کمائی ہے اس وجہ سے اب اس کا مزا چکھو۔

كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۝ فَأَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (۲۵-۲۶)

قریش کو تنبیہ

یہ قریش کو تنبیہ ہے کہ ان کو جس عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے اس کو مذاق نہ سمجھیں۔ آج حالات سازگار ہیں اس وجہ سے ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی ہے کہ عذاب کدھر سے آ جائے گا۔ ان سے پہلے جو قومیں گزری ہیں وہ بھی اسی طرح کے گھمنڈ میں مبتلا ہو کر اپنے رسولوں کو جھٹلاتی رہیں۔ بالآخر ان پر عذاب وہاں سے آ دھمکا جہاں سے ان کو کوئی وہم و گمان بھی نہیں تھا۔

فَأَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ رسوائی کا عذاب ان قوموں پر اس وجہ سے آیا کہ اللہ کے رسولوں کے مقابل میں انھوں نے استکبار کا اظہار کیا اور پوری طرح اتمام حجت ہو جانے کے باوجود انھوں نے حق کی تکذیب کی۔ رسولوں کے باب میں اللہ تعالیٰ کی اس سنت کا حوالہ ہم بار بار دے چکے ہیں کہ جو قوم رسول کی تکذیب پر اڑ جاتی ہے اللہ تعالیٰ اتمام حجت کی مہلت گزر جانے کے بعد اس کو لازماً تباہ کر دیتا ہے۔ اس عذاب دنیا کے بعد اس کو آخرت کے عذاب سے بھی دوچار ہونا پڑے گا اور وہ بڑی ہی سخت چیز ہے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (۲۷-۲۸)

قرآن کی ایک خاص صفت

'ضربِ مثل' کے معنی حکمت و موعظت کی باتیں تمثیل کے اسلوب میں پیش کرنا ہے۔ تمثیل کا اسلوب حقائق کی تعلیم و تفہیم کے لیے سب سے زیادہ مؤثر ہوتا ہے، بالخصوص ان حقائق کی تعلیم کے لیے جن کا تعلق ایک نادیدہ عالم سے ہو۔ اس وجہ سے انبیاء علیہم السلام اس صنفِ کلام سے بہت زیادہ کام لیتے ہیں۔ تورات، انجیل، زبور سب امثال سے معمور ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحیفۂ حکمت کا تو نام ہی امثال ہے۔ اپنی اس خصوصیت کی وجہ سے 'ضربِ مثل' کا محاورہ مجرد حکمت کی بات کہنے کے مفہوم میں بھی

استعمال ہونے لگا، عام اس سے کہ وہ تمثیل کی صورت میں ہو یا عام اسلوب میں۔ اس کی تحقیق اس کے محل میں بیان ہو چکی ہے۔

'قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ'۔ یہ قرآن کی اس صفت کا بیان ہے جس کا تعلق خاص اہل عرب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عربی میں نازل فرمایا اور اس میں کوئی ایچ پیچ نہیں رکھا بلکہ نہایت فصیح و بلیغ زبان اور نہایت سادہ و دل پذیر اسلوب میں وہ ساری باتیں لوگوں کو سمجھا دی ہیں جو دنیا و آخرت کی فلاح کے لیے ضروری ہیں۔ اگر لوگوں نے اس کی قدر نہ کی تو گویا انھوں نے اللہ کے سب سے بڑے احسان اور اس کی سب سے بڑی عزت بخشی کی ناقدری کی اور اس اتمام حجت کے بعد اگر وہ اللہ کے عذاب کی زد میں آئیں تو وہ اسی کے سزاوار ہیں۔

پہلی آیت میں 'لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ' ہے، دوسری آیت میں 'لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ'۔ یعنی قرآن کو اس اہتمام کے ساتھ نازل کرنے کا اولین مقصد تو یہ ہے کہ جو لوگ غفلت میں سرمست ہیں وہ یاد دہانی حاصل کریں اور آخری مقصد یہ ہے کہ اس عذاب سے بچیں جو اس غفلت اور لاابالی پن کا لازمی نتیجہ ہے اور جو اس دنیا میں بھی لازماً پیش آئے گا اگر لوگ اپنی ضد پر اڑے رہے اور آخرت میں بھی اس سے دوچار ہونا پڑے گا۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (۲۹)

توحید اور شرک کی تمثیل

یہ توحید اور شرک کی حقیقت ایک تمثیل سے سمجھائی ہے کہ مشرک کی مثال ایک ایسے غلام کی ہے جو بیک وقت متعدد و مختلف الاغراض آقاؤں کی غلامی میں ہے اور موحّد کی مثال ایک ایسے غلام کی ہے جو ایک ہی آقا کی غلامی میں ہے۔ اس کے بعد سوال کیا ہے کہ غور کرو کہ کیا دونوں غلاموں کا حال یکساں ہوگا! مطلب یہ ہے کہ کوئی غلام بھی اس بات پر راضی نہیں ہوتا کہ ایک آقا کی غلامی کی جگہ اس کو ایک سے زیادہ مختلف الاغراض اور برسر نزاع آقاؤں کی غلامی کرنی پڑے۔ انسانی فطرت ایک خدا کی غلامی پر تو اس وجہ سے راضی و مطمئن ہے کہ اس کے اندر جو افتقار و احتیاج ہے خدا کو مانے بغیر اس کا کوئی حل نہیں ملتا۔ اس کی دلیل اس کے باطن میں بھی موجود ہے اور اس کے باہر بھی۔ رہے دوسرے اصنام و آلہہ تو ایک خدا سے جب اس کی احتیاج پوری ہو گئی تو وہ ان کی غلامی کا پٹا اپنی گردن میں کیوں ڈالے! اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو وہ اپنی فطرت سے بغاوت کرتا ہے اور اپنے آپ کو ایک ایسے مخمصہ میں پھنساتا ہے جس میں پھنسنے پر کوئی ذی ہوش بھی راضی نہیں ہوتا۔

'اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'۔ یہ اس سوال کا جواب ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے دے دیا ہے کہ سزاوارِ شکر صرف اللہ ہے۔ تمام نعمتیں اسی کی عطا کردہ ہیں تو اسی کے شکر گزار ہو اور اس کی بندگی و اطاعت کرو جب

اس نے اپنے شریک کی حیثیت سے کسی کی بندگی کا حکم نہیں دیا تو تم اپنے جی سے دوسروں کی بندگی کا پھندا اپنی گردنوں میں کیوں ڈالتے ہو!

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ، یعنی یہ حقیقت ہے تو بالکل واضح لیکن لوگوں کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی ہے۔

توحید کی نفسی دلیل

یہ توحید کی نفسیاتی دلیل ہے جس کی پوری وضاحت ہم نے اپنے رسالہ 'حقیقتِ توحید' میں کی ہے۔ انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے نہایت بلند حوصلہ مخلوق ہے۔ وہ کسی کی غلامی پر کبھی راضی ہونے والا نہیں ہے۔ ایک خدا کی غلامی تو، جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا، وہ اس وجہ سے کرتا ہے کہ اس کی غلامی اس کی فطرت کے اندر ودیعت ہے اور وہ اپنی گوناگوں ناتوانیوں کے اندر اس سہارے کے بدون طمانیت نہیں پاتا۔ دوسروں کی غلامی کے لیے اس کے اندر اس طرح کا نہ صرف یہ کہ کوئی تقاضا نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف ایک شدید بیزاری موجود ہے بشرطیکہ اس کی فطرت بگڑ نہ چکی ہو۔

آیت میں لفظ 'تشاکس' بھی ایک اہم نفسیاتی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ 'تشاکس' کے معنی 'تخالف' کے ہیں۔ 'شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُوْنَ' کے معنی ہوں گے ایسے شرکاء جو مختلف الاغراض اور باہمدگر نبرد آزما ہوں۔ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ مشرکین اپنے دیوتاؤں کی نسبت یہ تصور بھی رکھتے رہے ہیں کہ ان کے درمیان برابر چشمک اور رقابت رہتی ہے جس کے سبب سے وہ کبھی کبھی ایک دوسرے سے اس طرح ٹکرا جاتے ہیں کہ مدتوں ان کی جنگ ختم نہیں ہوتی۔ آخر کس کی شامت آئی ہوئی ہے کہ وہ بیک وقت ایسے بہت سے دیوتاؤں کا غلام بننے پر راضی ہوگا! انسانی فطرت اس مصیبت و ذلت کو گوارا کرنے پر راضی نہیں ہو سکتی لیکن مشرک اس کو گوارا کرتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ انسانیت کے شعور اور اپنے شرف کے صحیح احساس سے بالکل محروم ہوتا ہے۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ (۳۰-۳۱)

آنحضرت صلعم کے لیے تسلی اور مخالفین کے لیے وعید

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے لیے تسلی اور مخالفین کے لیے تہدید و وعید ہے کہ توحید اور شرک کا یہ قضیہ جو آج چھڑا ہوا ہے، ایک دن خدا کی عدالت میں بھی پیش ہونا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم بھی مرنے والے ہو اور یہ تمہارے مخالفین بھی ایک دن مریں گے پھر تم اور وہ دو فریقوں کی حیثیت سے خدا کی عدالت میں پیش ہوں گے۔ تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ان کو کیا بتایا اور سکھایا؟ ان سے پوچھا جائے گا کہ انھوں نے اس کا کیا جواب دیا۔ پھر حقیقی اور آخری فیصلہ وہاں ہوگا کہ کون حق پر تھا اور کون ناحق پر۔ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی کٹ حجتی اور ہٹ دھرمی پر غم کھانے کی ضرورت نہیں۔ اس دنیا میں شیطان کو بھی فرصت ملی ہوئی ہے اس وجہ سے اس کا کام بھی جاری ہے اور حکمتِ الٰہی کا تقاضا یہی ہے کہ ایک وقتِ خاص تک یہ جاری رہے لیکن ایک

دن یہ مہلت ختم ہونے والی ہے اور یہ سارا معاملہ اللہ کی عدالت میں پیش ہوگا۔ اس دن غالب اور فائز المرام وہی ہوں گے جو حق پر ہیں۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (۳۲-۳۳)

عدالتِ الٰہی کا فیصلہ

وہاں جو فیصلہ ہوگا اس کی یہ پیشگی خبر دے دی ہے کہ اس وقت ان سے بڑھ کر محروم القسمت اور اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والا کون ہوگا جنھوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور پھر جب اس جھوٹ کی اصلاح کے لیے اللہ نے سچی چیز اتاری تو اس کی تکذیب کر دی! اللہ پر جھوٹ باندھنے سے مراد شرک ہے اس لیے کہ مشرکین اپنے مزعومہ شرکاء کے متعلق بالکل جھوٹ موٹ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا نے ان کو اپنا شریک بنایا ہے حالانکہ خدا نے ان کے باب میں کوئی دلیل نہیں اتاری۔ 'صدق' سے مراد یہاں قرآن ہے اس لیے کہ ہر باب میں اس نے اختلاف رفع کر کے حق بات سامنے رکھ دی ہے۔

'اِذْ جَآءَهٗ' کی قید سے مقصود اتمامِ حجت کے پہلو کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اگر کسی سچائی میں کوئی خفا ہو اور آدمی اس سے محروم رہ جائے تو اس کے لیے کچھ عذر ہو سکتا ہے لیکن جو سچائی سامنے آن کھڑی ہو اور کوئی ہٹ دھرم اس کو جھٹلاتا ہی رہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ نصف النہار کے سورج کے وجود سے انکار کر رہا ہے۔

'اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ' فرمایا کہ کیا ایسے کٹر کافروں کا ٹھکانا بھی جہنم میں نہ ہوگا! یعنی جس کے اندر ذرا بھی معقولیت ہے وہ تسلیم کرے گا کہ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہی میں ہونا چاہیے۔ چنانچہ اس دن ایسا ہی ہوگا۔ اس قسم کے تمام کفار جہنم میں بھر دیے جائیں گے۔

'وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ'۔ 'وَصَدَّقَ بِهٖ' سے پہلے 'مَنْ' محذوف ہے اور لفظ 'مُتَّقُوْنَ' یہاں عذابِ دوزخ سے محفوظ رہنے والوں کے مفہوم میں ہے۔

یہ دوسرے فریق یعنی قرآن کے لانے والے اور اس کی تصدیق کرنے والوں کا صلہ بیان ہوا ہے کہ اس دن دوزخ سے صرف وہ محفوظ رہے گا جو سچائی کو لایا یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ لوگ جنھوں نے اس سچائی کی تصدیق کی۔ 'صَدَّقَ' کے بعد 'بِ' کا صلہ اس بات کا قرینہ ہے کہ وہ صدقِ دل سے اس پر ایمان لائے۔

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الْمُحْسِنِيْنَ (۳۴)

یہ نہایت جامع الفاظ میں ان کا صلہ بیان فرما دیا کہ ان کے لیے وہ سب کچھ ان کے رب کے پاس ہوگا جو وہ چاہیں گے۔ ان کی خواہشوں اور چاہتوں کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہر آرزو پوری کر دے گا۔ 'عِنْدَ رَبِّهِمْ' کے الفاظ سے یہ بات نکلی کہ بندوں کے لیے سب سے

اونچا مرتبہ خدا کا قرب ہے نہ کہ اس کی ذات میں ضم ہو جانا، جیسا کہ صوفیوں کے ایک گروہ نے سمجھا ہے۔

ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ، یہ ایک تنبیہ ہے کہ یہ صلہ جو بیان ہوا ہے خوب کاروں کے لیے ہے۔ قرآن پر ایمان کا ہر مدعی اس کا حقدار نہیں ہوگا۔ اس کے حق دار صرف وہی ہوں گے جو ایمان کے ساتھ احسان کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۳۵)

روزِ جزا کی غایت

یہ غایت بیان ہوئی ہے اس روزِ جزا کی جس کا ذکر اوپر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دن اس لیے مقرر فرمایا ہے کہ اپنے خوب کار بندوں کے دامن سے ان کے اعمال کے بدتر اثرات کو جھاڑ دے اور ان اعمال کا جو خوب تر صلہ ہے اس سے ان کو نوازے۔ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ اس دنیا میں آدمی نہ اپنے برے اعمال کے اثرات و نتائج ہی سے کما حقہٗ آگاہ ہو سکتا، نہ اپنے اچھے اعمال کے صلہ کی قدر و قیمت ہی سے۔ یہ دنیا چند روزہ ہے اور اس جزا یا سزا کا تعلق ایک ایسی دنیا سے ہے جس کی سزا بھی ابدی ہے اور جزا بھی۔ اس وجہ سے آیت میں 'اَسْوَاَ' اور 'احسن' کے الفاظ استعمال ہوئے۔ مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ روزِ جزا اس لیے مقرر فرمایا ہے کہ اس کے جو بندے ایمان و عمل کی روش اختیار کریں ان کو وہ ان کے اعمال کے تاریک تر پہلو کے اثرات سے بچائے اور ان کے اعمال کا جو سب سے اعلیٰ پہلو ہے اس کی برکتوں سے نوازے۔ گویا اس میں یہ رہنمائی بھی دے دی گئی کہ آدمی اپنے عمل کے صرف فوری اثرات و نتائج ہی پر نگاہ نہ رکھے بلکہ ان اثرات و نتائج پر نگاہ رکھے جو ایک ابدی زندگی میں ان پر مترتب ہونے والے ہیں۔

۶۔ آگے کا مضمون۔ آیات ۳۶-۵۲

آگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ جو لوگ تمھیں اپنے دیویوں دیوتاؤں سے ڈرا رہے ہیں ان کو بتا دو کہ اس رب کے سوا جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے کوئی بھی مجھے نہ نفع پہنچا سکتا نہ نقصان۔ وہ جو کچھ کر سکتے ہیں، ان سے کہو کہ وہ کر دیکھیں۔ تم اپنا کام بے خوف و خطر کیے چلے جاؤ۔ تمھارے اوپر صرف تمھارے فرض کی ذمہ داری ہے۔ ان کے کفر و ایمان کی کوئی ذمہ داری تمھارے اوپر نہیں ہے۔ اگر ان لوگوں کو مزعومہ شفاعت پر بھروسہ ہے تو اس کی حقیقت بھی ان پر واضح کر دو اور اگر ان کو اپنی موجودہ دنیوی کامیابیوں کا غرہ ہے تو اس کی بے ثباتی بھی ان کو بتا دو —— اس روشنی میں آیات کی تلاوت فرمائیے۔

آیات ۳۶-۵۲

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۭ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (۳۶) وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ

أَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿٣٧﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلْ أَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ إِنْ
أَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ أَوْ أَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ
هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۭ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۭ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٣٨﴾
قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ إِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾ مَنْ
يَّأْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٤٠﴾ إِنَّآ أَنْزَلْنَا
عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ
فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿٤١﴾ اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ
حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا
الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰٓى إِلٰٓى أَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٢﴾ أَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ۭ قُلْ
أَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٣﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ
جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۭ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَإِذَا
ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ
وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٤٥﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ
فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ
عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي
الْأَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ۭ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۭ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰۤؤُلَاۤءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۤءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ ع ۵ / ۲

ترجمہ آیات ۳۶-۵۲

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے! اور یہ تم کو ان سے ڈراتے ہیں جو اس کے سوا انھوں نے بنا رکھے ہیں اور جس کو خدا گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں بن سکتا اور جس کو خدا ہدایت بخشے تو اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ کیا اللہ غالب و صاحبِ انتقام نہیں! ۳۶-۳۷

اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو جواب دیں گے کہ اللہ نے، کہو، بھلا بتاؤ یہ چیزیں جن کو تم پوجتے ہو، اگر اللہ نے مجھے کوئی تکلیف پہنچانی چاہی تو یہ اس کی پہنچائی ہوئی تکلیف کو دور کرنے والی بن سکتی ہیں یا اس نے مجھ پر کوئی فضل کرنا چاہا تو کیا یہ اس کو روک لینے والی ہو سکتی ہیں! کہہ دو کہ اللہ میرے لیے کافی ہے اور بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ۳۸

کہہ دو کہ اے میری قوم کے لوگو، تم اپنے طریقہ پر کام کرو، میں اپنے طریقہ پر کام کرتا رہوں گا

تو تم جلد جان لوگے کہ کس پر وہ عذاب آتا ہے جو اس کو رُسوا کر دیتا ہے اور کس پر وہ عذاب نازل ہوتا ہے جو ٹک کے رہ جاتا ہے! ۳۹-۴۰

اور ہم نے لوگوں کی ہدایت کے لیے تم پر کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے تو جو ہدایت حاصل کرے گا اپنے ہی لیے کرے گا اور جو گمراہ ہوگا تو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اور تم ان کے اوپر کوئی داروغہ نہیں مقرر کیے گئے ہو۔ ۴۱

اللہ ہی وفات دیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی ہوئی ہوتی ہے ان کو بھی ان کی نیند کی حالت میں۔ تو جن کی موت کا فیصلہ کر چکا ہوتا ہے ان کو تو روک لیتا ہے اور دوسروں کو ایک وقتِ مقرر تک کے لیے رہائی دے دیتا ہے۔ بے شک اس کے اندر نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور کرتے ہیں۔ ۴۲

کیا انھوں نے اللہ کے مقابل میں دوسروں کو سفارشی بنا رکھا ہے! کہو، اگرچہ نہ یہ کچھ اختیار رکھتے ہوں اور نہ کچھ سمجھتے ہوں؟ کہہ دو کہ سفارش تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور جب صرف اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل کُڑھتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر آتا ہے تو یہ خوش ہو جاتے ہیں۔ کہو کہ اے اللہ، آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، غائب و حاضر کے جاننے والے، تو اپنے بندوں کے درمیان اس چیز کے باب میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ ۴۳-۴۶

اور اگر ان لوگوں کے پاس جنھوں نے شرک کیا وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اسی کے برابر اور بھی تو وہ روزِ قیامت کے عذابِ بد سے چھوٹنے کے لیے فدیہ میں دے دینا

چاہیں گے۔ اور اللہ کی طرف سے ان کو وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا وہ گمان بھی نہیں رکھتے تھے۔ اور ان کے سامنے آجائیں گے ان کے اعمال کے بُرے نتائج اور گھیر لے گی ان کو وہ چیز جس کا مذاق اڑاتے رہے تھے۔ ۴۷-۴۸

پس جب انسان کو کوئی دکھ پہنچتا ہے تو ہم کو پکارتا ہے پھر جب ہم اُس پر اپنی طرف سے فضل کر دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے میری تدبیر کی بدولت حاصل ہوا۔ بلکہ یہ ایک آزمائش ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔ ان سے پہلے والوں نے بھی یہ بات کہی تو ان کی کمائی ان کے کچھ کام آنے والی نہ بنی۔ پس ان کے اعمال کے برے نتائج ان کے سامنے آئے اور ان لوگوں میں سے بھی، جنھوں نے شرک کیا ہے، ان کے سامنے ان کے اعمال کے بُرے نتائج جلد آکے رہیں گے۔ اور یہ ہم کو ہرانے والے نہیں بن سکتے۔ کیا ان لوگوں کو یہ حقیقت معلوم نہیں ہوسکی کہ اللہ ہی ہے جو رزق کو کشادہ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔ بے شک اس کے اندر بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لانے والے ہیں۔ ۴۹-۵۲

۷۔ الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ (۳۶-۳۷)

بندے کے لیے اللہ کی حفاظت کافی ہے

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلی ہے کہ یہ مشرکین تمھاری دعوتِ توحید پر تم کو اپنے اصنام و آلہہ کے قہر و غضب سے ڈراتے ہیں کہ تم نے ان کی مخالفت جاری رکھی تو وہ کسی مصیبت میں پھنسا دیں گے۔ کیا ان نادانوں کے نزدیک اللہ اپنے بندے کی حفاظت و کفالت کے لیے کافی نہیں ہے کہ ان کے اصنام و آلہہ اس کو خطرے میں ڈال دیں گے! جو بندہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اللہ اس کی حفاظت کے لیے کافی ہے۔ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی چیز بھی اس کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتی۔ اگر کوئی اس اندیشہ

میں مبتلا ہے کہ کوئی چیز اس کو اللہ تعالیٰ کے علی الرغم نقصان پہنچا سکتی ہے تو وہ خدا کو اپنی حفاظت و کفالت کے لیے کافی نہیں سمجھتا اور یہ چیز بالبداہت کفر و شرک ہے۔

'وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ ..... الاٰیۃ'۔ یہ ان شرک پرستوں کی اس جہالت پر ملامت ہے کہ یہ لوگ جو ایسی سفاہت کی باتیں کر رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی شامتِ اعمال کے سبب سے ان پر خدا کی مار پڑ چکی ہے۔ یہ اللہ کے قانون کی زد میں آئے ہوئے لوگ ہیں اس وجہ سے اللہ نے ان کو گمراہ کر دیا ہے اور جن کو خدا نے گمراہ کر دیا، ان کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں بن سکتا۔ یہ اس سنت الٰہی کی طرف اشارہ ہے جس کی وضاحت اس کتاب میں جگہ جگہ ہم کرتے آ رہے ہیں۔ اس کا حوالہ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے پہلو سے دیا گیا ہے کہ ایسے سرپھرے لوگوں کی باتوں کی پروا نہ کرو۔ ایسے لوگوں کو راہ راست پر لانے والا کوئی بھی نہیں بن سکتا۔

'اَلَیْسَ اللّٰہُ بِعَزِیْزٍ ذِی انْتِقَامٍ' یعنی اگر خدا اپنے بندوں کے لیے کافی نہیں ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ 'عزیز' نہیں ہے حالانکہ وہ 'عزیز' ہے اس لیے کہ جو 'عزیز' نہیں ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ ساتھ ہی وہ 'ذی انتقام' بھی ہے۔ یعنی نہ وہ اپنے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو چھوڑنے والا ہے اور نہ اپنے بندوں پر تعدی کرنے والوں کو معاف کرنے والا ہے۔ بلکہ وہ ایک ایک چیز کا بدلہ لینے والا ہے۔ اس بات کو سوالیہ اسلوب میں اس لیے پیش کیا ہے کہ یہ صفتیں خدا کی بالکل بدیہی صفتیں ہیں۔ ان کے بغیر خدا کا تصور نہیں کیا جا سکتا تو جب خدا عزیز و مقتدر بھی ہے اور صاحب عدل و انتقام بھی تو اس کے بندوں کو اس پر پورا بھروسہ رکھنا چاہیے، وہ ہر خطرے سے ان کی حفاظت کرے گا۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (۳۸)

مشرکین کا تضادِ فکر

یعنی یہ لوگ تضادِ فکر میں مبتلا ہیں۔ ایک طرف تو ان کا حال یہ ہے کہ ان سے سوال کرو کہ آسمانوں اور زمین کا خالق کون ہے تو اس کا جواب دیں گے کہ اللہ! دوسری طرف یہ اللہ کے سوا دوسروں کو اللہ کی خدائی میں شریک بنائے بیٹھے ہیں اور ان سے تم کو بھی ڈرا رہے ہیں۔ گویا اُن کے خیال میں خدا خالق تو ہے لیکن اپنی پیدا کی ہوئی دنیا کا مالک اور اس میں متصرف نہیں ہے۔ ان نادانوں سے پوچھو کہ خدا مجھے کوئی گزند پہنچانا چاہے تو کیا تمھارے یہ فرضی دیوی دیوتا مجھے اس سے بچا لیں گے؟ اسی طرح اگر وہ مجھے اپنے کسی فضل سے نوازنا چاہے تو کیا تمھاری اینٹ پتھر کی یہ مورتیاں اس کا ہاتھ پکڑ لیں گی؟ لفظ 'اَفَرَءَیْتُمْ' پر دوسری جگہ ہم بحث کر چکے ہیں کہ اس سیاق و سباق میں جب یہ آتا ہے تو تحقیر اور

اظہارِ تعجب کے لیے آتا ہے۔

قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ؕ عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۔ فرمایا کہ ان نادانوں کو بتا دو کہ میرے لیے اللہ کافی ہے۔ نہ اس کے سوا مجھے کسی کا ڈر ہے نہ اس کے سوا مجھے کسی سے امید ہے۔ میری ہر ضرورت کا وہی کفیل ہے اس وجہ سے میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں جو اس کی جگہ دوسروں پر بھروسہ کرتے ہیں ان کی امیدوں کی ساری عمارت ریت پر قائم ہے۔

قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ (۳۹-۴۰)

'اِنِّیْ عَامِلٌ' کے بعد 'عَلٰی مَكَانَتِیْ' کے الفاظ تکرار سے بچنے کے لیے حذف کر دیے گئے ہیں۔

مشرکین سے براءت کا اعلان

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اعلانِ براءت کرایا ہے کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم لوگ میری بات سننے کے لیے تیار نہیں ہو تو تم اپنی جگہ اور اپنے طریقہ پر کام کرو، میں اپنے طریقہ پر کام کرتا رہوں گا، تم عنقریب دیکھ لو گے کس پر وہ عذاب آتا ہے جو ان کو رسوا کر کے رکھ دیتا ہے اور کس پر وہ قہر نازل ہوتا ہے جو ٹک کے رہ جاتا ہے! مطلب یہ ہے کہ اگر تم اپنی روش سے باز آنے والے نہیں ہو تو میں بھی اپنی دعوت سے باز آنے والا نہیں ہوں۔ اب مستقبل فیصلہ کرے گا کہ کون رسوا ہوتا ہے اور کون سرفراز؛ کون ہمیشہ کے لیے پامال ہوتا ہے اور کس کو اللہ برقرار رکھتا ہے! رسوا کرنے والے عذاب کا ذکر مخالفین کے استکبار کے پہلو سے ہے اور 'عَذَابٌ مُّقِیْمٌ' سے مراد وہ عذاب ہے جو قوم پر نازل ہوتا ہے تو گویا وہیں ڈیرے ڈال دیتا اور اس کو جڑ پیڑ سے اکھاڑ کے رکھ دیتا ہے۔ ہم دوسرے مقام میں ذکر کر چکے ہیں کہ قوموں پر دو قسم کے عذاب آتے ہیں۔ ایک تو وہ عذاب جو محض تنبیہ و تذکیر کے لیے آتا ہے۔ اس طرح کا عذاب ایک جھونکے کی طرح آتا ہے اور تنبیہ کر کے گزر جاتا ہے۔ دوسرا عذاب وہ ہوتا ہے جو قوم کی ہستی ہی فنا کر دیتا ہے۔ رسول کی طرف سے اتمامِ حجت کے بعد اس کی قوم پر جو عذاب آتا ہے اس کی نوعیت یہی ہوتی ہے اس وجہ سے اس کے لیے 'عذابِ مقیم' کے الفاظ استعمال ہوئے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰی فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ (۴۱)

رسول پر ذمہ داری صرف اتمامِ حجت کی ہے

اعلانِ براءت کرانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ تمہارے اوپر جو ذمہ داری تھی وہ تم نے ادا کر دی اب ان کا غم کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ فرمایا، ہم نے لوگوں کی ہدایت کے لیے تمہارے اوپر کتاب اتاری، حق کے ساتھ۔ یعنی اس کتاب کے ذریعے سے ہم نے دین کے معاملے میں حق و باطل کو بالکل ممیز کر دیا۔ اب جو لوگ اس کو قبول کریں گے وہ اپنی دنیا اور عاقبت سنواریں گے اور جو اس کی تکذیب کریں گے وہ خود اپنے آپ کو گمراہیوں میں مبتلا کریں گے تمہارا کچھ نہیں بگاڑیں گے۔ تمہارے اوپر ذمہ داری

صرف ان کو اس حق کی دعوت دینے کی تھی، یہ ذمہ داری نہیں تھی کہ تم ان کو لازماً ایمان و اسلام کے راستہ پر لا کھڑا کرو۔ تم اپنے فرض سے سبکدوش ہوئے۔ اب ذمہ داری ان کی ہے۔ اس وجہ سے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (۴۲)

'وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ' کے بعد لفظ 'يَتَوَفَّهَا' بربنائے قرینہ محذوف ہے۔ ترجمہ میں ہم نے اس کو کھول دیا ہے۔

اوپر کے حقائق کے ثبوت میں بعض نشانیوں کی طرف اشارہ

یعنی انسان کی زندگی اور موت تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ جس کی اجل مقرر پوری ہو جاتی ہے اللہ ہی اس کی روح قبض کرتا ہے اور جس کی موت نہیں آئی ہوتی ہے اس کو بھی وہ ہر روز موت اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا مشاہدہ کراتا رہتا ہے۔ شب میں جب وہ سوتا ہے تو یہ گویا اللہ تعالیٰ اس کو موت کا مشاہدہ کراتا ہے اور صبح کو جب وہ اٹھ بیٹھتا ہے تو یہ اس کو بعث و نشر کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔ اس طرح گویا ہر شخص کو ہر روز یہ دکھایا جا رہا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو زندگی جاوید نہ سمجھے بلکہ یہ حقیقت پیش نظر رکھے کہ خدا نے ایک وقت معین تک کے لیے اس کو مہلت دی ہے۔ اس کی جان ہر وقت خدا کی مٹھی میں ہے، وہ جب چاہے اس کو قبض کر سکتا ہے۔

'اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ'۔ فرمایا کہ اس میں غور کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

اس میں پہلی نشانی تو اس بات کی ہے کہ جس طرح خلق و تدبیر تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے اسی طرح زندگی اور موت بھی تمام تر اسی کے اختیار میں ہے۔ پھر اس سے یہ بات بھی نکلی کہ جب موت اور زندگی کے معاملے میں کسی اور کا کوئی دخل نہیں ہے تو مرنے کے بعد کوئی اور کس طرح مولیٰ و مرجع بن جائے گا؟ اس وجہ سے بھروسہ کے لائق ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اسی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔

دوسری نشانی اس میں یہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا ذرا بھی مستبعد نہیں ہے۔ اس دنیا میں ہر روز موت اور موت کے بعد اٹھنے کا ریہرسل ہر شخص کے سامنے ہو رہا ہے بشرطیکہ آدمی اس کو دیکھنے کے لیے دیدۂ بینا رکھتا ہو۔ صبح کو سو کر اٹھنے کے بعد مومن یہ دعا جو پڑھتا ہے کہ 'اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ' یہ اس کی اسی عبرت نگاہی کی تعبیر ہے۔

تیسری نشانی اس میں یہ ہے کہ یہ کائنات اپنے وجود میں ان تمام حقائق کی تعلیم کے لیے ایک بہترین تربیت گاہ ہے جن پر انسانی زندگی کی صلاح و فلاح کا انحصار ہے اور جن کی قرآن دعوت دے رہا ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ (۴۳)

مشرکین کی حماقت پر تعجب

یہ سوال استعجاب و ملامت کی نوعیت کا ہے کہ کیا ان نادان لوگوں نے، ان تمام واضح حقائق کے باوجود، اللہ کے مقابل میں اپنے لیے سفارشی بنالیے ہیں کہ اگر خدا نے ان پر ہاتھ ڈالا تو وہ ان کو اس کی پکڑ سے بچالیں گے! فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ اگرچہ نہ وہ کسی چیز پر کوئی اختیار رکھتے ہوں اور نہ کسی بات کا ان کو علم و شعور ہو جب بھی ان کو امید ہے کہ وہ خدا کے حضور ان کے سفارشی بنیں گے! مطلب یہ ہے کہ جہاں تک اختیار کا تعلق ہے وہ تو اللہ کے سوا کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔ رہا علم و شعور تو اس اعتبار سے بھی کسی کا یہ درجہ نہیں کہ وہ کسی کے باب میں اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی اضافہ کر سکے۔ بالخصوص یہ مورتیاں جن کی سفارش پر تکیہ کیے بیٹھے ہیں، ان کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں ہے چہ جائیکہ یہ کسی چیز کا علم و شعور رکھتی ہوں۔

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۖ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (۴۴)

شفاعت کے باب میں قیود و شرائط

فرمایا کہ ان نادانوں کو بتا دو کہ شفاعت تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ اس کے حضور میں کوئی اس کے اذن کے بدون کسی کی سفارش کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ اذن کے بعد جو زبان کھولے گا وہ صرف اس کے لیے زبان کھولے گا جس کے لیے اس کو اجازت دی گئی ہے۔ پھر وہ وہی بات کہے گا جو بالکل حق ہو گی۔ خدا کے آگے کوئی غلط بات کہنے کی کسی کے لیے گنجائش نہیں ہو گی۔ سفارش کے لیے یہ تمام قیدیں اور شرطیں نہایت تفصیل سے خود قرآن میں بیان ہوئی ہیں اور ان کی وضاحت ان کے محل میں ہم کرتے آ رہے ہیں۔ وہی حقیقت جامع الفاظ میں یہاں فرمائی گئی ہے کہ شفاعت تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ جو لوگ یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ، خواہ ان کے اعمال کچھ ہی ہوں، ان کے معبودان کو بہر حال خدا کی پکڑ سے بچالیں گے، وہ اپنی اس طمع خام کا انجام قیامت کے دن دیکھیں گے۔

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ: یعنی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی خدا ہی کے اختیار میں ہے اور سب کی پیشی اسی کے حضور ہونی ہے۔ نہ اس بادشاہی میں کسی اور کا سر مو دخل ہے اور نہ کوئی دوسرا مولیٰ و مرجع بننے والا ہے۔

وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ (۴۵)

شفاعت باطل کا عقیدہ آخرت کی بازپرس سے فرار کے لیے چور دروازہ ہے

یہ شرک و شفاعت کے وجود میں آنے کے ایک بہت بڑے سبب کی طرف اشارہ ہے کہ چونکہ آخرت خدا کے عدل کامل اور جزا و سزا کے ظہور کا دن ہے اور اس کے ماننے سے انسان پر نہایت بھاری ذمہ داریاں عاید ہو جاتی ہیں اس وجہ سے جو لوگ ان ذمہ داریوں سے گریز اختیار کرنا چاہتے ہیں وہ شرک و شفاعت کی آڑ لیتے ہیں۔ وہ ایمان و عمل کے تقاضے پورے کرنے کا نہ حوصلہ رکھتے اور نہ اپنے نفس کی خواہشوں پر کوئی پابندی ہی قبول کرنے کے لیے تیار ہیں اس وجہ سے اول تو وہ آخرت کو مانتے ہی نہیں اور اگر مانتے بھی ہیں تو شرک و شفاعت کا عقیدہ ایجاد کر کے اس کے تمام خطرات

سے، اپنے زعم کے مطابق، وہ اپنے آپ کو محفوظ کر لیتے ہیں۔ ان لوگوں کا سارا اعتماد اپنے مزعومہ شفعاء کی شفاعت پر ہوتا ہے اس وجہ سے اگر ان کے سامنے توحید کا ذکر آئے تو ان کے دل بھنچنے لگتے ہیں اس لیے کہ پھر آخرت ان کے سامنے اپنی پوری ہولناکی کے ساتھ آن کھڑی ہوتی ہے۔ البتہ جب ان کے مزعومہ شرکاء و شفعاء کا ذکر ہو تب وہ اطمینان کا سانس لیتے ہیں اس لیے کہ اس صورت میں ان کو آخرت سے بے قید زندگی گزارنے کا لائسنس مل جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شفاعتِ باطل کا عقیدہ درحقیقت آخرت کی ذمہ داریوں سے گریز کے لیے ایک چور دروازہ ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ (۴۶)

نبی صلعم کو منکرین آخرت سے اعراض اور آخرت کی تیاری کی تلقین

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا تلقین فرمائی گئی ہے جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اب ان لوگوں کا معاملہ اللہ کے حوالے کرو۔ یہ لوگ ایک خیالی جنت بنا کر اس میں جو لذیذ خواب دیکھ رہے ہیں اس سے نکلنے اور حقیقت کا مواجہہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہ اسی میں جئیں اور اسی میں مریں گے۔ البتہ تم دعا کرو کہ اے آسمانوں اور زمین کو عدم سے وجود میں لانے والے اور غائب و حاضر کے جاننے والے تو ایک دن ان تمام اختلافات کا فیصلہ فرمائے گا جن میں تیرے بندے اختلاف کر رہے ہیں۔ یعنی ایک ایسا دن تو ضرور لائے گا جس میں تیرے کامل عدل کا ظہور ہوگا۔ چونکہ اسی عدلِ کامل کے ظہور پر اس دنیا کے باغایت ہونے کا انحصار ہے اور اسی کے ظہور سے خدا کا ایک عادل اور حکیم خدا ہونا ثابت ہوگا اس وجہ سے اس کے لیے دعا کی تلقین فرمائی گئی۔

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ (۴۷)

مشرکین کو ایک اہم تنبیہ

یعنی ان مشرکوں نے اس دنیا کے عشق میں آخرت سے گریز کے لیے یہ چور دروازے پیدا کیے ہیں حالانکہ جب قیامت کے دن کے ہولناک عذاب سے سابقہ پیش آئے گا تو اس وقت ان کا یہ حال ہوگا کہ زمین کے اندر جو کچھ ہے اگر وہ سب ان کو حاصل ہو جائے اور اسی کے برابر اور بھی تو وہ اس عذاب سے چھوٹنے کے لیے فدیہ میں دے چھوڑیں۔

وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ۔ انسان اول تو اپنی خواہشوں کو الاؤنس دینے ہی میں بڑا فیاض ہوتا ہے۔ پھر وہ اس دنیا میں دیکھتا ہے کہ برابر وہ بڑے سے بڑا جرم کرتا چلا جاتا ہے لیکن اس کی کوئی پکڑ نہیں ہوتی اس وجہ سے وہ آخرت کی فکر ہی سے بالکل بے پروا ہو جاتا ہے اور اگر کبھی کوئی اس کو اس کی طرف توجہ دلائے اور خدا کے عدل و انتقام کے تقاضے سمجھانے کی کوشش کرے تو وہ اس کو محض واہمہ کی خلاقی پر محمول کرتا اور یہ گمان کرتا ہے کہ اگر آخرت ہے بھی تو بھلا ہم جیسے لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس طرح

کا معاملہ کیسے کر سکتا ہے جس سے یہ قرآن ہمیں ڈراتا ہے! یہ ایک عام فتنہ ہے جس میں لوگوں کی اکثریت مبتلا ہے۔ اس طرح کے لوگوں کو متنبہ کرنے کے لیے فرمایا کہ جب وہ روزِ حساب آئے گا تو اس طرح کے لذیذ خواب دیکھنے والوں کے لیے اللہ کی طرف سے وہ باتیں ظاہر ہوں گی جن کا وہ آج تصور بھی نہیں کر سکتے۔ آج وہ اس کی کریمی سے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں لیکن جب وہ اس کے عدل و انتقام کی شان دیکھیں گے تب ان کی آنکھیں کھلیں گی اور انھیں نظر آئے گا کہ خدا جتنا بڑا کریم ہے اتنا ہی بڑا عادل اور منتقم و قہار بھی ہے۔

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾

ایک اور اہم تنبیہ

اسی طرح انسان پر اس کے برے اعمال کے نتائج کی سنگینی بھی اس دنیا میں اس کے سامنے واضح نہیں ہوتی۔ وہ یہ اندازہ یہاں نہیں کر پاتا کہ اس نے فلاں عملِ بد یا فکرِ بد کی جو فصل بوئی تھی وہ کس رنگ میں اُگی اور کس نوع کے اور کتنے زہریلے برگ و بار لائی۔ آخرت میں اس کے تمام افکار و اعمال کے نتائج اپنی اصلی شکل و صورت میں اس کے سامنے آجائیں گے اور وہ دیکھ لے گا کہ جن چیزوں کو اس نے حقیر سمجھا اور ان کا مذاق اڑایا آج وہ پوری طرح ان کے گھیرے میں آگیا۔

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِىَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾

ایک مہلک مغالطہ

اسی سورہ کی آیت ۸ کے تحت اس کی وضاحت ہو چکی ہے۔ انسان کی یہ عجیب کمزوری ہے کہ جب اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تب تو وہ خدا سے فریاد کرتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور کر کے اس کو اپنی نعمت سے نوازتا ہے تو وہ خدا اور اپنی مصیبت دونوں کو بھول جاتا ہے اور اس نعمت کو یا تو دوسروں کی طرف منسوب کرتا ہے کہ فلاں اور فلاں کی برکت اور بخشش سے یہ چیز مجھے حاصل ہوئی جیسا کہ آیت ۸ میں ذکر ہے، یا اس کو اپنی تدبیر اور اپنی حکمت و سائنس کا کرشمہ قرار دیتا ہے جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے یعنی وہ اس نعمت کا منبع یا تو خدا کے سوا دوسروں کو قرار دیتا ہے یا اپنی ذات کو۔ اور یہ دونوں ہی صورتیں شرک کی ہیں اس لیے کہ بندے کو جو نعمت بھی حاصل ہوتی ہے خدا ہی سے حاصل ہوتی ہے دوسروں کی حیثیت اس میں ایک ذریعہ اور واسطہ سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی۔ اس کی سائنس اور قابلیت بھی اللہ ہی کا عطیہ ہے اور اگر وہ کسی کامیابی کا ذریعہ بنتی ہے تو خدا ہی کی رہنمائی سے بنتی ہے۔ 'بَلْ هِىَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ' یعنی کوئی نعمت بھی کسی کو نہ غیر اللہ سے ملتی اور نہ وہ اس کے علم و قابلیت اور اس کے استحقاق کا نتیجہ ہوتی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اور اس کے ذریعے سے وہ بندے کا امتحان کرتا ہے کہ وہ اپنے رب کا شکرگزار رہتا ہے یا اس کو پا کر استکبار و طغیان میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ لیکن لوگوں کی اکثریت اس حقیقت سے ناآشنا ہوتی ہے اور یہ چیز ان کو شرک اور فساد

میں مبتلا کر دیتی ہے۔ سورۂ قصص میں قارون کا جو کردار بیان ہوا ہے اس میں یہ حقیقت نہایت واضح الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى	قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا تو اس نے ان کے
فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ	مقابل میں سرکشی کی۔ اور ہم نے اس کو اتنے خزانے
مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ	دیے تھے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقتور پارٹی سے اٹھتی
اُولِی الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ	تھیں۔ اس وقت کو یاد کرو جب اس کی قوم نے اس
لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ	سے کہا کہ اترا مت، اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا،
الْفَرِحِيْنَ ۝ وَابْتَغِ فِيْمَاۤ اٰتٰىكَ	اور جو کچھ خدا نے تجھے دیا ہے اس میں دارِ آخرت کا طالب
اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ	بن اور دنیا میں سے اپنا حصہ نہ بھول اور اللہ نے جس
نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ	طرح تم پر احسان فرمایا ہے تم بھی لوگوں پر احسان کرو
كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ	اور زمین میں فساد کے طالب نہ بنو۔ اللہ فساد برپا کرنے
فِی الْاَرْضِ ۖ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝	والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اس نے جواب دیا کہ یہ دولت
قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْ ۚ	تو مجھے میرے علم کی بدولت حاصل ہوئی ہے۔ کیا اس
اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ	کو نہیں معلوم کہ اس سے پہلے ہم نے کتنی ہی قومیں ہلاک
قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ	کر چھوڑیں جو قوت میں اس سے بڑھ چڑھ کر اور
قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ۔ (القصص : ۷۶-۷۸)	جمعیت میں اس سے زیادہ تھیں!

قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (۵۰)

یعنی یہی بات ان سے پہلے والوں نے بھی کہی۔ اشارہ 'اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ' والی بات کی طرف ہے کہ قریش کے ان متمردین سے پہلے بھی یہ دعوے کرنے والے گزر چکے ہیں جن میں سے ایک مدعی —— قارون —— کے قول کا حوالہ اوپر گزرا۔ فرمایا کہ اس غرور میں جو بھی مبتلا ہوئے جب وہ خدا کی پکڑ میں آ گئے تو وہ چیزیں ان کے کچھ بھی کام آنے والی نہیں بن سکیں جو بزعم خویش انھوں نے اپنی قابلیت اور سائنس کے ذریعہ سے حاصل کی تھیں۔ چنانچہ قارون کی مثال خود قرآن میں بیان ہوئی ہے کہ وہ اپنے آپ کو تجارت اور مالیات کا بڑا ماہر سمجھتا تھا لیکن خدا نے اس کا سارا خزانہ اس کے سمیت زمین میں دھنسا دیا اور اس وقت اس کی کوئی تدبیر اس کے کچھ کام نہ آ سکی۔

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۗ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰۤؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (۵۱)

یعنی جو لوگ اس قسم کے خبط میں مبتلا ہوئے بالآخر ان کے اعمال کے بُرے نتائج ان کے سامنے آئے۔

فرمایا کہ ان لوگوں یعنی قریش کے لوگوں میں سے بھی جن لوگوں نے اس ظلم کا ارتکاب کیا ہے ان کے آگے بھی ان کے بُرے اعمال اور ان کی بری کمائی کے نتائج آکے رہیں گے اور جب ہم ان کو پکڑیں گے تو وہ ہمارے قابو سے باہر نہ نکل سکیں گے۔

اَوَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (۵۲)

رزق و فضل اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے

بعینہٖ یہی مضمون سورۂ روم آیت ۳۷ میں بھی گزر چکا ہے۔ بس یہ فرق ہے کہ وہاں 'اَلَمْ یَرَوْا' کے الفاظ ہیں اور یہاں 'اَوَلَمْ یَعْلَمُوْٓا' ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص آنکھیں رکھنے والا اور عقل سے کام لینے والا ہو تو اس امر میں اس کے لیے کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں ہے کہ رزق و فضل کا تعلق انسان کے علم و اختیار سے نہیں بلکہ تمام تر اللہ تعالیٰ کی مشیت و حکمت سے ہے۔ وہی جس کو چاہتا ہے زیادہ دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے۔ کتنے ہیں جو بغیر سعی و تدبیر کے چاندی کا چمچہ منہ میں لے کر اس دنیا میں پیدا ہوتے ہیں اور کتنے ہیں جو رات دن دنیا ہی کی فکر میں سر کھپاتے ہیں اور دنیا کمانے کا علم بھی رکھتے ہیں لیکن پاتے اتنا ہی ہیں جتنا اللہ نے ان کی تقدیر میں لکھ رکھا ہے۔ یہ مشاہدہ بھی آئے دن اس دنیا میں ہوتا رہتا ہے کہ ایک شخص آج کروڑپتی یا ارب پتی بلکہ تخت و تاج کا مالک ہے اور دوسرے دن وہ بالکل دیوالیہ یا کسی جیل کی کوٹھڑی میں بند ہے۔ ان کھلے ہوئے شواہد کے باوجود اگر کوئی شخص اپنے مال و جاہ کے متعلق 'اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ' کے گھمنڈ میں مبتلا ہو تو یہ ماننا پڑے گا کہ اس کی عقل میں کچھ فتور ہے۔

'اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ'۔ یعنی رزق و فضل کے معاملہ میں اس بسط و تقدیر کا جو مشاہدہ کرتا ہے اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی صفات سے متعلق بہت سی حقیقتیں سامنے آتی ہیں۔ مثلاً

یہ کہ اس کائنات کی بادشاہی خدا ہی کے اختیار میں ہے سو وہی جس کو چاہے بخشتا ہے جس سے چاہے چھین لیتا ہے۔ کسی اور کی اس میں کوئی حصہ داری نہیں ہے اس وجہ سے بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ ہی پر کرنا چاہیے۔

یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام اس کی رحمت اور حکمت کے تحت ہوتا ہے۔ اگر وہ کسی کو اس دنیا میں زیادہ دیتا ہے تو اس میں بھی اس کی حکمت ہوتی ہے اگر کم دیتا ہے تو اس میں بھی اس کی حکمت ہوتی ہے۔ وہ ایک کو زیادہ دے کر اس کے شکر کو جانچتا ہے اور دوسرے کو کم دے کر اس کے صبر کا امتحان کرتا ہے اور یہ فیصلہ قیامت کو ہوگا کہ ان میں سے کون کامیاب رہا اور کون نامراد ہوا۔

یہ کہ یہ دنیا دار الامتحان ہے دار الانعام نہیں ہے۔ اس میں ہر شخص کا امتحان ہو رہا ہے اور اس امتحان کے نتائج کے ظہور کے لیے قیامت کا آنا لازمی ہے۔

'لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ' میں فعل میرے نزدیک، ارادۂ فعل کے مفہوم میں ہے جس کی بہت سی مثالیں پیچھے گزر چکی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کو اس دنیا میں گمراہی جو پیش آتی ہے اس میں زیادہ دخل

اس بات کو نہیں ہے کہ حقائق مخفی ہیں بلکہ بیشتر یہ ہوتا ہے کہ حقائق واضح ہوتے ہیں لیکن انسان ان کو قبول کرنے کے لیے ارادہ نہیں کرتا۔ اس کے متعدد وجوہ ہوتے ہیں جن کی تفصیل اس کے محل میں گزر چکی ہے۔

۸۔ آگے کا مضمون۔ آیات ۵۳-۶۳

آگے مشرکین کو دعوت دی ہے کہ تم نے خدا سے بدگمان اور مایوس ہو کر شرک و شفاعت کے جو چور دروازے پیدا کیے ہیں، یہ تمھاری نجات کی راہ نہیں کھولیں گے بلکہ تمھاری نامرادی میں اضافہ کا سبب ہوں گے فلاح کی راہ یہ ہے کہ صدقِ دل کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ ہو اور اس بہترین کتاب کی پیروی کرو جو اللہ نے تمھاری ہدایت کے لیے اتاری ہے ورنہ یاد رکھو کہ جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ تم اپنی نالائقی پر سر پیٹو گے لیکن اس وقت تمھارا پچھتانا تمھارے لیے کچھ سودمند نہیں ہوگا۔ آیات کی تلاوت کیجیے۔

آیات ۵۳-۶۳

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰى قَدْ جَاۗءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْۗءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ ع ۱۱ ۴

ترجمہ آیات ۵۳-۶۳

کہہ دو، اے میرے بندو، جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا، وہ بڑا ہی غفور رحیم ہے۔ اور رجوع کرو اپنے رب کی طرف اور اس کے مطیع بن جاؤ قبل اس کے کہ تم پر عذاب آ دھمکے، پھر تمھاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ ۵۳-۵۴

اور پیروی کرو اس بہترین چیز کی جو تمھاری طرف تمھارے رب کی طرف سے اتاری گئی ہے، قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آ پڑے اور تم کو اس کی خبر بھی نہ ہو۔ مبادا کوئی کہے کہ ہائے افسوس، میری اس کوتاہی پر جو اللہ کے باب میں مجھ سے صادر ہوئی! اور بے شک میں مذاق اڑانے والوں ہی میں سے بنا رہا! یا کوئی یہ کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں بھی ڈرنے والوں میں سے ہوتا۔ یا کوئی کہے جب کہ عذاب کو دیکھے کہ کاش مجھے دنیا میں پھر جانا ہو کہ میں خوب کاروں میں سے بن جاؤں! — ہاں، تمھارے پاس میری آیتیں آئیں پر تم نے ان کو جھٹلایا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے بنے رہے! ۵۵-۵۹

اور تم قیامت کے دن ان لوگوں کو جنھوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا دیکھو گے کہ ان کے چہرے سیاہ ہیں۔ کیا ان متکبرین کا ٹھکانا جہنم میں نہ ہو گا! اور اللہ نجات دے گا ان لوگوں کو جو ڈرتے رہے ان کے مامن میں۔ نہ ان کو کوئی گزند پہنچے گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔ اسی کے قبضہ میں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں اور جنھوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا وہی لوگ گھاٹے میں پڑنے

والے ہیں۔ ۶۰ - ۶۳

۹۔ الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۵۳)

مشرکین کے ایک وہم کا ازالہ

شرک و شفاعت کے عوامل میں سے ایک بڑا عامل خدا سے مایوسی یا بدگمانی بھی ہے۔ اس مایوسی و بدگمانی کے متعدد پہلو ہیں جن کی وضاحت ان کے محل میں ہو چکی ہے۔ از انجملہ یہ بھی ہے کہ مشرک کو خدا کی رحمت و مغفرت پر بھروسہ نہیں ہوتا اس وجہ سے وہ اپنے تصور کے مطابق خدا کے کچھ فرضی مقربین تراشتا ہے اور ان کی عبادت کر کے یہ امید رکھتا ہے کہ وہ خدا کے ہاں اس کے سفارشی بن کر اس کی مغفرت کرا دیں گے۔ اس وہم میں جو لوگ مبتلا ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے یہ پیغام دلوایا کہ ان سے کہو کہ اے میرے بندو، جنھوں نے اپنی جانوں پر گناہ یا شرک کر کے زیادتی کی ہے خدا کی رحمت سے مایوس ہو کر تم دوسروں کا سہارا نہ پکڑو اور اسی سے مغفرت کے طالب بنو، اللہ بڑا ہی غفور رحیم ہے۔ اس کے جو بندے اس کی طرف اخلاص کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں وہ ان کے ہر قسم کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

اس آیت کا لب و لہجہ دلیل ہے کہ مخاطب وہ لوگ ہیں جو فی الواقع اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ نہ ہر شخص خدا تک رسائی کا اہل ہوتا اور نہ ہر شخص کی بات کو خدا لائق التفات سمجھتا۔ اس غلط فہمی کے سبب سے وہ دوسرے وسائل و وسائط کا سہارا لیتے ہیں حالانکہ خدا کے متعلق اس قسم کا خیال اس سے مایوسی اور بدگمانی کے ہم معنی ہے جو کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔

وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ (۵۴)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طالبوں کے لیے صحیح راستہ

یہ اس طریقہ کی طرف رہنمائی فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کے طالبوں کو اختیار کرنا چاہیے۔ فرمایا کہ دوسرے مزعومہ وسائط و وسائل سے کٹ کر اپنے رب کی طرف رجوع کرو، گناہوں سے توبہ کر کے اس کی رحمت و مغفرت کے طالب بنو اور خدا کے عذاب کے ظہور سے پہلے بالکلیہ اپنے آپ کو اپنے رب کے حوالے کر دو۔ یعنی عبادت اور اطاعت دونوں بلا شرکت غیرے اسی کی کرو۔

'مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ' سے عذاب آخرت بھی مراد ہو سکتا ہے لیکن یہاں قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عذاب کی طرف اشارہ ہے جو رسول کے اتمام حجت کے بعد اس کے مکذبین پر لازماً

آتا ہے۔ اس عذاب کے ظہور کے بعد نہ کسی کے لیے ایمان ہی کی گنجائش باقی رہ جاتی اور نہ ایسے لوگوں کی کسی کی طرف سے کوئی مدد ہی ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ اس عذاب کے متمنی اور طالب نہ بنو، بلکہ اپنی بھلائی چاہتے ہو تو اس سے پہلے پہلے توبہ اور اصلاح کی فکر کرو۔

وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (۵۵)

قرآن میں تمام خوبیوں کے پہلو

یہ اسی اوپر والے مضمون کی وضاحت ہے کہ تمہارے لیے صحیح راہ یہ ہے کہ تمہارے رب کی طرف سے جو بہترین چیز تمہاری طرف اتاری گئی ہے اس کی پیروی کرو۔ 'بہترین چیز' سے مراد ظاہر ہے کہ قرآن مجید ہے جس کے 'احسن الحدیث' ہونے کا ذکر آیت ۲۳ میں گزر چکا ہے۔ دوسرے آسمانی صحیفوں کے مقابل میں قرآن کو جو فضیلت حاصل ہے اس کی وضاحت اس کتاب میں جگہ جگہ ہو چکی ہے۔ مثلاً یہ کہ

قرآن خدا کی آخری اور کامل کتاب ہے۔

یہ تحریف کے تمام شوائب سے محفوظ ہے۔

یہ دینِ فطرت کا داعی ہے اس وجہ سے پچھلی شریعتوں کے تشددات سے پاک ہے۔

خاص عربوں کے نقطۂ نظر سے بھی اس کے چند پہلو قابلِ لحاظ ہیں۔ مثلاً

یہ نہایت فصیح و بلیغ عربی میں ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے دوسرے قاصر ہیں اور یہ اہلِ عرب پر اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے کہ اس نے اپنی آخری کتاب عربی میں اتاری۔

'یہ کتاب متشابہ' اور 'سبع مثانی' کی صورت میں نازل ہوا ہے جس سے اس کی افادیت دوسرے صحیفوں کے مقابل میں دہ چند ہوگئی ہے۔ (وضاحت اس کی پیچھے ہو چکی ہے)۔

یہ عربوں کے جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کا داعی ہے اس وجہ سے اس کی دعوت اہلِ عرب کے لیے ایک مانوس چیز ہے۔

فرمایا کہ ان تمام خوبیوں کا تقاضا ہے کہ تم اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لو اور اس کو حرزِ جاں بناؤ۔ اگر تم نے اس کی قدر نہ کی تو یاد رکھو کہ اس کی تکذیب کی صورت میں تم پر ایک ایسا عذاب آدھمکے گا جس کا تم کو گمان بھی نہ ہوگا۔

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ (۵۶)

'اَنْ' سے پہلے مضاف یہاں محذوف ہے اس کی مثالیں گزر چکی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے یہ سارا اہتمام اس لیے فرمایا ہے کہ مبادا محاسبہ کا وقت آجائے اور جو لوگ غافل ہیں ان کو پچھتانا پڑے کہ ان سے خدا کے باب میں بڑی کوتاہی ہوئی کہ دنیا کی خود فراموشیوں میں گم ہو کر انھوں نے روزِ آخرت کو بھلائے رکھا اور مزید ظلم یہ کیا کہ جن لوگوں نے اس کی یاد دہانی کی ان کا مذاق اڑانے والے بنے رہے!

اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ (۵۷)

یا یہ عذر کریں کہ اگر اللہ نے ہم کو ہدایت دی ہوتی تو ہم اس سے ڈرنے والوں میں سے بنتے۔ مطلب یہ ہے کہ اس طرح کے عذرات کا سدِباب کرنے کے لیے اللہ نے اپنی ہدایت نازل فرما دی ہے۔ اب جو لوگ اس سے اعراض کریں گے ان کی گمراہی کی ذمہ داری تمام تر انہی پر ہوگی۔

اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ (۵۸)

یا عذاب دیکھنے کے بعد اس تمنا کا اظہار کریں کہ کاش ہمیں پھر دنیا میں جانے کا موقع ملتا کہ ہم خدا کے نیکوکار بندوں میں سے بنتے!

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰیٰتِیْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ (۵۹)

یہ اس عذر کا جواب ہے جو آیت ۵۸ میں مذکور ہے کہ اس دن یہ عذر پیش کرنے والوں کو یہ جواب دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کے لیے اپنی آیتیں اتاری تو تھیں لیکن تم نے ان کو جھٹلایا، تکبّر کیا اور کافروں میں سے بنے رہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہدایت دینے کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ وہ اس کو لوگوں کے دلوں میں زبردستی اتار دے بلکہ وہ اپنی تعلیمات سے لوگوں کو آگاہ کرنے کا سامان فرماتا ہے اور یہ چیز وہ لوگوں پر چھوڑتا ہے کہ وہ اس کو اختیار کرتے ہیں یا رد۔ سو یہ کام اللہ نے کر دیا تھا لیکن تم نے اپنے تکبر کے سبب سے اس کی قدر نہیں کی۔

وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَى الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ (۶۰)

مشرکین کا انجام

'كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ' سے مراد شرک ہے۔ اس کی وضاحت اس کے محل میں ہو چکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ بولیں کہ خدا نے فلاں اور فلاں کو اپنا شریک بنایا ہے اور جب اللہ کی طرف سے ان کو تنبیہ کی گئی کہ خدا کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے تو بالکل بے دلیل محض اپنے غرور کی بنا پر اپنی بات کی پچ کی، قیامت کے دن ان کے چہرے ان کے اس غرور کی پاداش میں سیاہ ہوں گے۔

'اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ' یہ سوال کیا ہے کہ کیا ان متکبّروں کا ٹھکانا جہنم میں نہ ہوگا؟ مطلب یہ ہے کہ ایسے خودسروں کا سزاوارِ جہنم ہونا تو ایک ایسی واضح بات ہے جس میں کسی کے لیے بھی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ یہ متکبرین سب جہنم میں جھونک دیے جائیں گے۔

وَیُنَجِّی اللّٰهُ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا یَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (۶۱)

اللہ سے ڈرنے والوں کا صلہ

متکبرین کے مقابل میں یہ ان لوگوں کا صلہ بیان ہوا ہے جو اللہ سے ڈرنے والے بنے رہے۔ فرمایا کہ اللہ غرور سے پاک بندوں کو ان کے مامن میں پناہ دے گا۔ 'بمفازتہ' میں 'ب' ظرفیہ ہے اور 'مفازۃ' کے معنی 'مامن' اور 'مفلع' کے ہیں جس سے مراد جنت ہے۔ یعنی اس ہول کے دن میں یہ لوگ ایسے

ٹھکانوں میں پہنچا دیے جائیں گے جہاں نہ ان کو کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ان کو کسی بات کا غم ہوگا۔ وہ ماضی کے تمام پچھتاووں اور مستقبل کے تمام اندیشوں سے بالکل محفوظ ہوں گے۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ○ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۶۲-۶۳)

خلاصۂ بحث

یہ اوپر کی ساری بحث کا خلاصہ سامنے رکھ دیا ہے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ اپنی دنیا پیدا کرکے اس کو چھوڑ نہیں بیٹھا ہے، بلکہ وہی ہر چیز کا نگہبان بھی ہے اس وجہ سے بندوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ بندوں کو جو کچھ بھی آسمان اور زمین سے حاصل ہوتا ہے سب اسی کی بخشش سے حاصل ہوتا ہے اور آخرت میں بھی جو کچھ حاصل ہوگا اسی کی عنایت سے حاصل ہوگا۔ جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا اور اپنے شرک پر جمے ہوئے ہیں وہی خسارے میں پڑنے والے ہیں۔ ان کی اس حماقت کا وبال انہی پر پڑے گا، کسی دوسرے پر نہیں پڑے گا۔

۱۰۔ آگے کا مضمون۔ آیات ۶۴-۷۵

آگے خاتمۂ سورہ کی آیات ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے پہلے اعلان کرایا ہے کہ نادانو! کیا ان واضح حقائق کے بعد بھی تم مجھے اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کا حکم دیتے ہو۔ حالانکہ اللہ نے تمام نبیوں پر یہی وحی نازل فرمائی ہے کہ جو اللہ کا شریک بنائے گا اس کے تمام اعمال حبط ہو جائیں گے۔ اس کے بعد یہ حقیقت واضح فرمائی ہے کہ ان جاہلوں نے خدا کی شان بالکل نہیں سمجھی کہ ایسی چیزوں کو اس کی خدائی میں شریک بنائے بیٹھے ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور ان کے بل پر آخرت سے بالکل بےفکر ہیں۔ خدا کی عظمت کا حال تو یہ ہے کہ وہ ایک دن آسمان و زمین سب کی بساط اپنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور جب اس کا صور پھونکا جائے گا تو آسمان و زمین میں جو بھی ہیں سب بے ہوش ہو جائیں گے اور پھر جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب اٹھ کھڑے ہوں گے اور زمین خدا کے نور سے چمک اٹھے گی۔ اس وقت لوگوں کے اعمال کا دفتر کھلے گا، نبیوں اور گواہوں کی طلبی ہوگی اور لوگوں کے درمیان بالکل انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد اہل جنت اور اہل دوزخ کے احوال کی تفصیل سنائی ہے تاکہ جو لوگ اپنے شرکاء و شفعاء کے بل پر لذیذ خواب دیکھ رہے ہیں ان کی آنکھیں کھلیں —— اس روشنی میں آیات کی تلاوت فرمائیے:

آیات ۶۴-۷۵

قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ اَعْبُدُ اَیُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ

وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٦﴾
وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٧﴾
وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ
شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَ
اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِآىْءَ بِالنَّبِيّٖنَ
وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَوُفِّيَتْ
كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ ع
كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ
لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ
وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧١﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ
مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ
زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا
سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿٧٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ
الَّذِىْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ
نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿٧٤﴾ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ
حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ

ع ۷ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمہ آیات ۶۴-۷۵

کہو، اے نادانو! کیا پھر بھی تم مجھے غیر اللہ کی عبادت کا حکم دیتے ہو! درآنحالیکہ تمہاری طرف بھی اور تم سے پہلے والوں کی طرف بھی یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم شرک کرو گے تو تمہارے عمل ڈھے جائیں گے اور تم نامرادوں میں سے ہو کر رہ جاؤ گے۔ بلکہ صرف اللہ ہی کی عبادت کرو اور اسی کے شکر گزاروں میں سے بنو۔ ۶۵-۶۶

اور ان لوگوں نے خدا کی صحیح قدر نہیں جانی! زمین ساری اس کی مٹھی میں ہو گی قیامت کے دن اور آسمانوں کی بساط بھی اس کے ہاتھ میں لپٹی ہوئی ہو گی۔ وہ پاک اور برتر ہے ان چیزوں سے جن کو یہ شریک بناتے ہیں۔ اور صور پھونکا جائے تو آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب بے ہوش ہو کے گر پڑیں گے مگر جن کو اللہ چاہے۔ پھر دوبارہ اس میں پھونکا جائے گا تو دفعتہً وہ کھڑے ہو کر تکنے لگیں گے۔ اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اور رجسٹر رکھا جائے گا اور انبیاء اور گواہ حاضر کیے جائیں گے اور لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اور ہر جان کو جو کچھ اس نے کیا ہو گا پورا کیا جائے گا۔ اور وہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں۔ ۶۷-۷۰

اور جن لوگوں نے کفر کیا ہو گا وہ گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانک کر لے جائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس حاضر ہوں گے اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس کے داروغے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہی میں سے رسول تمہارے رب کی آیتیں سناتے اور اس دن کی ملاقات سے ڈراتے نہیں آئے! وہ کہیں گے ہاں، آئے تو سہی، پر کافروں پر کلمۂ عذاب پورا ہو کر رہا۔ کہا جائے گا، جہنم کے دروازوں میں داخل

ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے کے لیے۔ پس کیا ہی برا ٹھکانا ہے متکبروں کا! ۷۱-۷۲

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے وہ گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے اور اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس کے پاسبان ان سے کہیں گے، السلام علیکم، شاد رہو! پس اس میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ کے لیے۔ اور وہ کہیں گے شکر ہے اس اللہ کے لیے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہم کو ارضِ جنت کا وارث بنایا، ہم جنت میں جہاں چاہیں براجماں ہوں پس کیا ہی خوب صلہ ہے نیک عمل کرنے والوں کا! ۷۳-۷۴

اور تم فرشتوں کو دیکھو گے عرشِ الٰہی کے گرد گھیرے ہوئے، اپنے رب کی تسبیح، اس کی حمد کے ساتھ کرتے ہوئے۔ اور لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ شکر کا سزاوار اللہ ہے، عالم کا خداوند! ۷۵

۱۱- الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ (۶۴)

بانداز اعلانِ براءت ایک سوال — 'جاہل' اس کو کہتے ہیں جو علم اور عقل کے بجائے جذبات اور خواہشوں کی پیروی کرتا ہے۔ فرمایا کہ ان جاہلوں سے پوچھو کہ تمام دلائل و شواہد تو اس بات کے حق میں ہیں کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہے اور اسی کے قبضہ میں تمام آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں تو کیا پھر بھی تم لوگ مجھ سے اس بات کے لیے ضد کرتے رہو گے کہ میں اللہ کے سوا دوسری چیزوں کی عبادت کروں؟ اوپر یہ بات گزر چکی ہے کہ مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے معبودوں سے ڈراتے تھے کہ اگر آپ نے دینِ آبائی کی مخالفت نہ چھوڑی تو ان کے معبودوں کے عتاب میں آ جائیں گے۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان سے باندازِ اعلانِ براءت سوال کیا گیا ہے کہ کیا ان واضح حقائق کے بعد بھی تم لوگ مجھ سے یہ مطالبہ کرتے رہو گے کہ میں تمہارے بتوں کا پجاری بن جاؤں؟

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ

الْخٰسِرِیْنَ ۝ بَلِ اللّٰہَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ (۶۵-۶۶)

شرک سے تمام اعمال حبط ہو جاتے ہیں

یہ ان لوگوں کو جواب دیا ہے اور چونکہ ان کی بات بالکل جاہلوں کی بات تھی اس وجہ سے ان کو خطاب نہیں کیا بلکہ اپنے پیغمبر کو خطاب کر کے ان کو بات سنادی۔ فرمایا کہ یہ جاہل لوگ تم سے شرک کے لیے ضد کر رہے ہیں حالانکہ تمھاری طرف بھی اور تم سے پہلے بھی جو نبی و رسول گزرے ہیں ان سب کی طرف یہ وحی ہو چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمھارے عمل حبط ہو جائیں گے اور تم نامرادوں میں سے ہو کر رہ جاؤ گے۔ فلاح کی راہ صرف یہ ہے کہ اللہ ہی کی بندگی کرو اور اس کے شکر گزار بندوں میں سے بنو۔

'حبط عمل' سے مراد یہ ہے کہ شرک کے ساتھ جو عمل اللہ کے لیے بھی کیے جاتے ہیں وہ بھی سب ضائع اور لا حاصل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی مشرک کے عمل کو قبول نہیں فرماتا۔ وہ صرف اپنے ان بندوں کی نیکیاں قبول فرماتا ہے جو کسی کو اس کا شریک نہیں بناتے۔

'بَلِ اللّٰہَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ' یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کا جو حق اس کے ہر بندے پر واجب ہے وہ صرف اسی صورت میں ادا ہوتا ہے جب بندہ صرف اللہ ہی کی بندگی کرتا ہے۔ اگر اس بندگی میں وہ کسی اور کو بھی ساجھی بنا دیتا ہے تو وہ اپنے رب کا شکر گزار نہیں رہ جاتا بلکہ ناشکرا بن جاتا ہے اور اس کی ساری دینداری کی بنیاد ہی ڈھے جاتی ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ (۶۷)

خدا کی شان سے بے خبری

یعنی ان جاہلوں نے اپنے مزعومہ شریکوں کو جو خدا کے برابر لا بٹھایا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے خدا کی شان اور اس کی عظمت بالکل نہیں پہچانی ہے۔ انھوں نے خدا کو اپنے محدود پیمانوں سے ناپا ہے اس وجہ سے ذرہ اور آفتاب، قطرہ اور سمندر میں وہ امتیاز نہ کر سکے۔ ورنہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ پوری زمین قیامت کے دن خدا کی مٹھی میں ایک مشتِ خاک کے برابر اور تمام آسمانوں کی بساط اس کے ہاتھ میں لپٹی ہوئی ہوگی۔ ایسی عظیم ہستی کے ساتھ ان کی ان دیویوں دیوتاؤں کا کیا جوڑ کہ یہ اس کی کائنات میں شریک و سہیم بن جائیں اور وہ ان کی مدد کا محتاج ہو! 'قبضۃ' اتنی چیز کو کہتے ہیں جو ایک بار میں مٹھی میں اٹھا لی جائے۔

'سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ' یعنی اللہ تعالیٰ کی عظیم ذات ان چیزوں سے پاک اور بلند ہے جن کو یہ جاہل لوگ اس کا شریک بنائے ہوئے ہیں۔ یہ نسبتیں اس کی پاکی و تقدس کے بھی منافی ہیں اور اس کی عظمت و کبریائی کے بھی۔

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ (۶۸)

قیامت کے دن کا بے بسی

یہ اسی مضمون کی مزید توسیع ہے کہ یہ مشرکین اپنے معبودوں سے متعلق یہ فرض کیے ہوئے بیٹھے ہیں کہ ان کو اللہ کے ہاں بڑا تقرب حاصل ہے، وہ اپنے پجاریوں کے لیے یہ یہ کریں گے اور خدا نے ان پر ہاتھ ڈالا تو اپنے زور و اثر سے ان کو چھڑا لیں گے حالانکہ قیامت کے دن ساری خدائی کا یہ حال ہو گا کہ جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا تو سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے۔ صرف وہی لوگ اس سے محفوظ رہیں گے جن کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھنا چاہے گا۔ پھر دوسرا صُور پھونکا جائے گا تو سب اٹھ کھڑے ہوں گے اور وہ حیرت سے تاکتے ہوں گے ـــ مطلب یہ ہے کہ جس دن کی ہولناکی کا یہ عالم ہے اس دن کس کی مجال ہے کہ خدا کے آگے ناز و تدلل کے ساتھ بڑھ کر کسی کی وکالت یا سفارش کر سکے اور جس خدا کی عظمت کا یہ حال ہے کہ اس کے ایک نفخۂ صور سے ساری خدائی بے ہوش اور پھر ساری خدائی بیدار ہو گی، کون ہے جو اس کا ہم سر بننے کا مدعی ہو سکے!

'اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ' کے استثناء سے یہ بات نکلتی ہے کہ کچھ لوگ اس دن اس عام بے ہوشی سے محفوظ رہیں گے۔ یہ کون لوگ ہوں گے؟ اس کا کوئی قطعی جواب دینا مشکل ہے۔ البتہ آگے کی آیت ۷۵ سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ جو ملائکہ عرشِ الٰہی کے اردگرد اس کی حمد و تسبیح میں مصروف ہوں گے وہ اس سے محفوظ رہیں گے۔ یہ محض ایک اشارہ ہے اس پر مجھے جزم نہیں ہے۔ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس اشارے کے بعض قرائن کی طرف توجہ دلاؤں گا۔

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ (۶۹)

نئی زمین کے نئے قوانین

'الارض' سے مراد وہ زمین ہے جو نئے نوامیس و قوانین کے ساتھ قیامت کے دن ظہور میں آئے گی۔ آیت 'یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ' (ابراہیم: ۴۸) میں اسی کا ذکر ہے۔ ہماری یہ زمین سورج کی روشنی سے روشن ہوتی ہے اس وجہ سے اس میں ہمارا مشاہدہ صرف محسوسات و مرئیات تک محدود ہے لیکن وہ زمین اللہ کے نور سے روشن ہو گی اس وجہ سے اس میں تمام معانی و حقائق بھی لوگوں کے سامنے آ جائیں گے۔ اس نور کی حقیقت و نوعیت یہاں واضح نہیں فرمائی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی کمیت و کیفیت کی تعبیر سے ہماری زبان قاصر ہے۔ لیکن اس کے اثرات کی طرف قرآن نے جگہ جگہ اشارہ فرمایا ہے۔ مثلاً سورۂ قٓ میں ہے 'لَقَدْ كُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ' (۲۲) (تم اس سے غفلت میں پڑے رہے تو ہم نے تمہارے سامنے سے پردہ ہٹا دیا تو آج تمہاری نظر بہت تیز ہے) اس سے معلوم ہوا کہ آج جن حقائق کے مشاہدہ سے لوگوں کی نگاہیں قاصر ہیں اس زمین میں ان کے مشاہدہ کے لیے بھی تمام حجابات دور ہو جائیں گے۔ اسی طرح دوسرے مقام میں فرمایا ہے: 'وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ه وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ه یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ه بِاَنَّ رَبَّكَ

أَوۡحٰى لَهَا (الزلزال: ۲-۵) (اور زمین اپنے سارے بوجھ ظاہر کر دے گی اور انسان کہے گا، اسے اس کو کیا ہو گیا! اس دن وہ اپنی ساری سرگزشتیں سنائے گی بوجہ اس کے کہ اس کے رب نے اس کو وحی کی ہوگی) اگرچہ یہ حقائق آج بھی اہل بصیرت سے مخفی نہیں ہیں لیکن جن آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں وہ ان کو نہیں دیکھ سکتیں لیکن اس دن اللہ تعالیٰ کی روشنی سے وہ اس طرح جگمگا اٹھیں گے کہ وہ لوگ بھی ان کو دیکھ اور سن لیں گے جو آج ان سے اندھے اور بہرے بنے ہوئے ہیں۔

وَوُضِعَ الۡكِتٰبُ وَجِاۡٓىْءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِىَ بَيۡنَهُمۡ بِالۡحَـقِّ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ۔

یہ اسی نور رب کے ظہور کے اثرات کی طرف اشارہ ہے کہ جس جزا اور سزا سے لوگوں کو ڈرایا جا رہا ہے، لیکن لوگوں کی سمجھ میں بات نہیں آ رہی ہے، اس دن اس حقیقت سے پردہ اٹھ جائے گا، کتاب سامنے رکھی جائے گی، کتاب سے مراد قرینہ دلیل ہے کہ لوگوں کے اعمال کا دفتر ہے۔ انبیاء اور گواہوں کی پیشی کا ذکر قرآن کے دوسرے مقامات میں تفصیل سے ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے اس دن ان کی امتوں کے مقابل میں گواہی دلوائے گا کہ انھوں نے لوگوں کو کیا تعلیم دی اور لوگوں نے اس کا کیا جواب دیا۔ سورۂ مائدہ میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ لفظ شُهَدَاء میں وسعت و عمومیت ہے۔ یعنی وہ لوگ بھی طلب ہوں گے جو کسی معاملے میں گواہی دینے کی پوزیشن میں ہوں گے خواہ وہ انسانوں میں سے ہوں یا فرشتوں میں سے۔ اس امت کی حیثیت چونکہ 'شُهَدَاءَ اللّٰهِ فِى الۡاَرۡضِ' کی ہے اس وجہ سے اس کے مجددین و صدیقین بھی طلب ہوں گے اور ان سے پوچھا جائے گا کہ انھوں نے لوگوں کو کیا بتایا اور سکھایا اور لوگوں نے اس کا کیا جواب دیا، اس عدالت و شہادت اور اس طلبی و روبکاری کے بعد لوگوں کے درمیان بالکل انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کسی کے ساتھ ذرا بھی ناانصافی نہیں کی جائے گی۔

وَوُفِّيَتۡ كُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِمَا يَفۡعَلُوۡنَ (۷۰)

یہ 'وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ' کی وضاحت ہے کہ ہر ایک کو وہی دیا جائے گا جو اس نے کیا ہوگا اور پورا پورا دیا جائے گا۔ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی جائے گی اس وجہ سے کسی ناانصافی کا کوئی سوال نہیں ہے۔ ہر ایک اپنی ہی لوئی ہوئی فصل کاٹے گا اور اپنے ہی لگائے ہوئے درخت کا پھل چکھے گا۔ 'وَهُوَ اَعۡلَمُ بِمَا يَفۡعَلُوۡنَ' اور اس کا بھی کوئی امکان نہیں ہے کہ خدا کسی کا کوئی عمل بھول جائے۔ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ اس سے اچھی طرح واقف ہے اور ہر چیز اس کے جامع رجسٹر میں درج ہے۔

اس ساری تفصیل سے مدعا مشرکین کی آنکھیں کھولنا ہے کہ وہ کیا آرزوئیں لیے بیٹھے ہیں اور اصل حقیقت کیا ہے جس سے سب کو لازماً دوچار ہونا ہے۔

وَسِيۡقَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوۡهَا فُتِحَتۡ اَبۡوَابُهَا وَقَالَ لَهُمۡ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ رُسُلٌ مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡنَ عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِ رَبِّكُمۡ وَيُنۡذِرُوۡنَكُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ

هٰذَا ۚ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (۷۱)

'اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا' سے مراد وہی مشرکین ہیں جن کا ذکر اوپر سے چلا آ رہا ہے۔ شرک، جیسا کہ اس کے محل میں ہم وضاحت کر چکے ہیں، کفر ہے۔ اس لیے خدا کو ماننا صرف وہ معتبر ہے جو توحید خالص کے ساتھ ہو۔ اگر اس میں شرک کی آمیزش ہو جائے تو پھر یہ کفر ہی کے حکم میں داخل ہے۔

عدالت و شہادت کے بعد کفار کا انجام

اوپر کی آیت میں جس عدالت و شہادت کا ذکر ہوا ہے یہ اس کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ اس کے بعد وہ سارے لوگ جنھوں نے کفر کیا ہو گا گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانک کر لے جائے جائیں گے۔ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے ان کے لیے کھول دیے جائیں گے۔ دوسرے مقام میں یہ تصریح ہے کہ اس کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے سے داخل ہونے والے اپنے جرائم کی حیثیت و نوعیت کے اعتبار سے الگ الگ حصوں میں تقسیم ہوں گے۔

'وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا ...... الاٰية' ان شامت زدوں کو دیکھ کر جہنم کے داروغے ان کو ملامت کریں گے کہ بدبختو! کیا تم کو اس دن کی ہولناکی سے آگاہ کرنے کے لیے تمھارے پاس رسول نہیں آئے تھے کہ تم نے یہ شامت بلائی! وہ اپنے جرم کا اقرار کریں گے کہ رسول آئے تو ضرور لیکن ہماری بدبختی کے سبب سے اللہ کا فیصلۂ عذاب، جو کافروں کے باب میں ہو چکا تھا، وہ پورا ہو کے رہا۔ 'كَلِمَةُ الْعَذَابِ' سے مراد، جیسا کہ اس کے محل میں وضاحت ہو چکی ہے، اللہ تعالیٰ کا وہ کلی فیصلہ ہے جو اس نے ابلیس کے چیلنج کے جواب میں اس کو سنا دیا تھا کہ جو تیری پیروی کریں گے میں تجھ کو اور ان سب کو جہنم میں بھر دوں گا۔ یہاں صرف اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کا حوالہ ہے۔ دوسرے مقامات میں یہ تفصیل بھی ہے کہ وہ نہایت واضح الفاظ میں اپنے جرم کا اقرار بھی کریں گے۔ سورۂ ملک میں ہے: 'كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۔ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۔ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (۸-۱۰)' (جب جب ان کی کوئی بھیڑ جہنم میں جھونکی جائے گی اس کے داروغے ان سے سوال کریں گے کہ کیا تمھارے پاس کوئی آگاہ کرنے والا نہیں آیا تھا؟ وہ جواب دیں گے کہ ایک آگاہ کرنے والا آیا تو سہی لیکن ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور کہہ دیا کہ خدا نے کوئی چیز بھی نہیں اتاری ہے، تم لوگ بس ایک بہت بڑی گمراہی میں ہو اور وہ اعتراف کریں گے کہ اگر ہم سننے اور سمجھنے والے ہوتے تو دوزخ والوں میں سے نہ بنتے)۔

قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (۷۲)

ان کے اس جواب کے بعد ان سے کہا جائے گا کہ اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اور یہ داخل ہونا ابدی ہے۔

کلمۂ شکر جاری ہو جائے گا کہ اس اللہ کے لیے شکر ہے جس نے ہم سے اپنے تمام وعدے پورے کیے اور ہم کو ارضِ جنت کا وارث بنایا، ہم اس میں جہاں چاہیں فروکش ہوں۔ 'وارث بنانے' میں ایک لطیف تلمیح اس بات کی طرف ہے کہ یہ جنت ہمارے باپ آدم کو ملی تھی لیکن شیطان نے ان کو ورغلا کر اس سے محروم کر دیا تھا اور اس کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ شرط ٹھہرائی تھی کہ اولادِ آدم دنیا میں جا کر شیطان سے مقابلہ کرے تو جو شیطان سے جیت جائیں گے وہ اس جنت کے وارث ٹھہریں گے اور جو شیطان کے فتنوں میں پھنس جائیں گے وہ شیطان کے ساتھ دوزخ میں پڑیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس امتحان میں ہم کو کامیابی حاصل ہوئی اور ہم نے اپنے باپ کی کھوئی ہوئی جنت پھر حاصل کر لی۔

'نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ' اہلِ جنت کے باب میں جس طرح پیچھے یہ بات گزر چکی ہے کہ ان کو وہ سب کچھ حاصل ہوگا جو وہ چاہیں گے، اسی طرح یہ بات بھی ان کے باب میں ارشاد ہوئی ہے کہ وہ جنت میں جہاں چاہیں گے پورے اختیار و اقتدار کے ساتھ فروکش ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہاں کسی کی خواہشوں اور ارادوں میں مزاحم ہونے والی کوئی چیز نہیں ہوگی۔ یہ ایک ایسا مقام ہے جس کا اس جہان میں کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی حقیقت اسی وقت سمجھ میں آئے گی جب وہ نیا جہان نئے نوامیس و قوانین کے ساتھ اور انسان اپنی نئی قوتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ ظہور میں آئے گا اور یہ زمین سورج کے بجائے اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔

'فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ' یہ ٹکڑا بالکل 'فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ' کے مقابل میں ہے۔ اس تقابل کا تقاضا تو یہ تھا کہ یہاں 'خاشعین' یا 'متقین' یا ان کے ہم معنی کوئی لفظ ہوتا لیکن اس سے صرف تقابل کا حق ادا ہوتا، معنی میں کوئی خاص اضافہ نہ ہوتا۔ لفظ 'عاملین' سے معنی میں یہ اضافہ ہو گیا ہے کہ جنت کے حصول کے لیے اصل شے عمل ہے، جو لوگ فرضی سفارشوں کے بل پر جنت کے خواب دیکھ رہے ہیں وہ جنت الحمقاء میں بس رہے ہیں۔

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۷۵)

آیت ۷۵ میں فرشتوں کا حال

قرینہ دلیل ہے کہ یہ آیت اوپر آیت ۶۹ 'وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا ... الآیۃ' سے متصل ہے اور ملائکہ سے مراد حاملینِ عرش اور ان کے زمرہ کے ملائکہ ہیں، جیسا کہ 'حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ' کے الفاظ سے نمایاں ہوتا ہے۔ ان کا ذکر آگے والی سورہ —— سورۂ مومن —— میں ان الفاظ سے آیا ہے: 'اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (۷)'

(جو عرش کو اٹھائے ہوئے اور جو اس کے ارد گرد ہیں وہ اپنے رب کی، اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ ایمان والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار، تیرا علم اور تیری رحمت ہر چیز کو محیط ہے تو ان لوگوں کی مغفرت فرما جنھوں نے توبہ کر لی ہے اور تیری راہ کے پیرو بن گئے ہیں اور ان کو عذابِ جہنم سے بچا)۔

اس شہادت و عدالت کے دن فرشتوں کا یہ حال ہوگا یہ اس کا ذکر ہے تاکہ مشرکین پر، جن کا سارا اعتماد فرشتوں کی سفارش ہی پر ہے، یہ واضح ہو جائے کہ اس دن کے ہول سے وہ بھی ہراساں اور عرش کے پاس سمٹے ہوئے اپنے رب کی تسبیح میں مشغول ہوں گے۔ واضح رہے کہ یہ حال ان فرشتوں کا بیان ہو رہا ہے جن کی حیثیت حاملینِ عرشِ الٰہی کی ہے۔ پھر ان عام فرشتوں کا کیا حال ہوگا جن کا یہ مرتبہ نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بڑے سے بڑے فرشتوں کو بھی اس دن اپنی پڑی ہوگی وہ دوسروں کے قضیے بھلا کیا نبیڑیں گے!

وَقُضِیَ بَیْنَہُمْ بِالْحَقِّ یعنی لوگوں کے درمیان بالکل حق و عدل کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا، نہ کسی کی مداخلت و سفارش کی نوبت آئے گی اور نہ کوئی مداخلت کی جرأت کر سکے گا۔

وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ یعنی اس کامل عدل و رحمت کے ظہور کے بعد ہر گوشے سے یہ صدا بلند ہوگی کہ شکر کا سزاوار ہے اللہ، عالم کا خداوند! یعنی اہلِ ایمان بھی یہ صدا بلند کریں گے اور حاملینِ عرش ملائکہ بھی ان کی ہم نوائی کریں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو جو چیز سزاوارِ حمد و شکر بناتی ہے وہ اس کا عدل اور نیک و بد کے درمیان اس کا فرق و امتیاز ہے۔ اگر یہ چیز نہ ہو تو یہ دنیا ایک اندھیر نگری ہے اور ایک اندھیر نگری کے خالق کو کوئی حمد و شکر کا سزاوار نہیں مان سکتا۔ قیامت کے دن جب اس کے کامل عدل اور اس کی کامل رحمت کا ظہور ہوگا تب ہر ایک کا تردد دور ہو جائے گا اور ہر گوشے سے اس کی حمد کا ترانہ بلند ہوگا۔ گویا جس صبحِ حمد کے لوگ انتظار میں تھے وہ طلوع ہو گئی اور یہ جہان خدا کے نور سے جگمگا اٹھا!

ان سطور پر اس سورہ کی تفسیر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے تمام ہوئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

رحمان آباد

۲۴ رجون ۱۹۷۵ء

'فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ'۔ 'مُتَكَبِّرِيْنَ' سے ظاہر ہے کہ وہی لوگ مراد ہیں جن کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اس صفت سے ان کے اصل سبب اعراض و انکار پر روشنی پڑتی ہے کہ انھوں نے محض پندار کے تکبر حق سے اعراض کیا اور اس ٹھکانے کے سزاوار ٹھہرے جو متکبرین کے لیے خاص ہے۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ (۷۳)

متقین کا انجام

لفظ 'سوق' کسی چیز کو کسی چیز کی طرف ہانک کرلے جانے کے معنی میں آتا ہے۔ یہ اچھے اور برے دونوں محل میں استعمال ہو سکتا ہے۔ سازگار ہوائیں ابر رحمت کو مرغزاروں اور چمنستانوں کی طرف لے جاتی ہیں تو اس کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے اور اہل دوزخ جہنم کی طرف جو ہانک کر لے جائے جائیں گے اس کے لیے بھی یہ اوپر والی آیت میں استعمال ہوا ہے۔ اس آیت میں یہ اچھے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس لیے کہ ان کے آگے اور پیچھے اور دہنے بائیں ہر طرف سے خدا کے فرشتے ہوں گے جو اپنے جلو اور اپنی رہنمائی و حفاظت میں ان کو جنت کی طرف لے جائیں گے۔

اس آیت میں جواب شرط محذوف ہے۔ اس کی مثال سورۂ صافات کی آیات ۱۰۳-۱۰۵ میں گزر چکی ہے۔ وہاں ہم نے اس کے موقع و محل اور اس کی بلاغت پر گفتگو کی ہے۔ بعض اوقات جواب شرط کی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہوتے ہیں۔ ایسے مواقع میں اس کو حذف کر دیتے ہیں کہ ع

خموشی معنیٔ دارد کہ در گفتن نمی آید

'طِبْتُمْ' خیر مقدم کے کلمات میں سے ہے جس طرح ہم کہتے ہیں خوش رہو، شاد و آباد رہو، پھلو پھولو!

'اَلَّذِيْنَ اتَّقَوْا' یہاں 'اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا' کے مقابل میں استعمال ہوا ہے جس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ ان کے اندر 'تقوٰی' موجود تھا اس وجہ سے یہ تکبر میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ اللہ کے رسولوں کی بات انھوں نے سنی اور مانی۔ فرمایا کہ یہ لوگ ملائکہ کے جلو میں جنت کی طرف لے جائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب اس کے دروازے ان کے لیے کھول دیے جائیں گے اور اس کے پاسبان ان کا سلام و تحیت کے ساتھ خیر مقدم کریں ...... تب ان کو جو کچھ حاصل ہو گا اس کا اندازہ آج کون کر سکتا ہے! لَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ!

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ (۷۴)

جنت کی وراثت

'الارض' سے مراد یہاں وہی 'ارض جنت' ہے جس کا ذکر اوپر آیت ۶۹ میں گزر چکا ہے۔ اس آیت میں اس کے 'ارض جنت' ہونے کی تصریح ہو گئی ہے۔ اہل جنت جب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعے سے جو وعدے کیے تھے وہ ایک ایک کر کے سب پورے کر دیے تو ان کی زبان پر بے ساختہ

هٰذَا ۚ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (۷۱)

'اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا' سے مراد وہی مشرکین ہیں جن کا ذکر اوپر سے چلا آرہا ہے۔ شرک، جیسا کہ اس کے محل میں ہم وضاحت کر چکے ہیں، کفر ہے۔ اس لیے خدا کو ماننا صرف وہ معتبر ہے جو توحید خالص کے ساتھ ہو۔ اگر اس میں شرک کی آمیزش ہو جائے تو پھر یہ کفر ہی کے حکم میں داخل ہے۔

عدالت و شہادت کے بعد کفار کا انجام

اوپر کی آیت میں جس عدالت و شہادت کا ذکر ہوا ہے یہ اس کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ اس کے بعد وہ سارے لوگ جنھوں نے کفر کیا ہو گا گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانک کر لے جائے جائیں گے۔ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے ان کے لیے کھول دیے جائیں گے۔ دوسرے مقام میں یہ تصریح ہے کہ اس کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے سے داخل ہونے والے اپنے جرائم کی حیثیت و نوعیت کے اعتبار سے الگ الگ حصوں میں تقسیم ہوں گے۔

'وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا ...... الاٰية' ان شامت زدوں کو دیکھ کر جہنم کے داروغے ان کو ملامت کریں گے کہ بدبختو، کیا تم کو اس دن کی ہولناکی سے آگاہ کرنے کے لیے تمھارے پاس رسول نہیں آئے تھے کہ تم نے یہ شامت بلائی! وہ اپنے جرم کا اقرار کریں گے کہ رسول آئے تو ضرور لیکن ہماری بدبختی کے سبب سے اللہ کا فیصلۂ عذاب، جو کافروں کے باب میں ہو چکا تھا، وہ پورا ہو کے رہا۔ 'كَلِمَةُ الْعَذَابِ' سے مراد، جیسا کہ اس کے محل میں وضاحت ہو چکی ہے، اللہ تعالیٰ کا وہ کلی فیصلہ ہے جو اس نے ابلیس کے چیلنج کے جواب میں اس کو سنا دیا تھا کہ جو تیری پیروی کریں گے میں تجھ کو اور ان سب کو جہنم میں بھر دوں گا۔ یہاں صرف اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کا حوالہ ہے۔ دوسرے مقامات میں یہ تفصیل بھی ہے کہ وہ نہایت واضح الفاظ میں اپنے جرم کا اقرار بھی کریں گے۔ سورۂ ملک میں ہے: 'كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۝ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ' (۸-۱۰) (جب جب ان کی کوئی بھیڑ جہنم میں جھونکی جائے گی اس کے داروغے ان سے سوال کریں گے کہ کیا تمھارے پاس کوئی آگاہ کرنے والا نہیں آیا تھا؟ وہ جواب دیں گے کہ ایک آگاہ کرنے والا آیا تو سہی لیکن ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور کہہ دیا کہ خدا نے کوئی چیز بھی نہیں اتاری ہے، تم لوگ بس ایک بہت بڑی گمراہی میں ہو اور وہ اعتراف کریں گے کہ اگر ہم سننے اور سمجھنے والے ہوتے تو دوزخ والوں میں سے نہ بنتے)۔

قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (۷۲)

ان کے اس جواب کے بعد ان سے کہا جائے گا کہ اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اور یہ داخل ہونا ابدی ہے۔